تین منٹ قیامت میں
(آخری اور مکمل نسخہ)
موت کے قریب
کا تجربہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تلیخ منٹ قیامت میلے

(آخری اور مکمل نسخہ)

## موت کے قریب کا تجربہ

میرے ایمانی بھائیو اور بہنوں اگر یہ کتاب آپ کے روحانی سفر میں کارآمد رہی ہے تو اس کتاب کو دوسروں کے دسترس میں بھی قرار دیں تاکہ آپ بھی اس کے ثواب میں شریک ہو جائیں۔
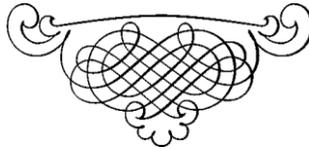
| نام کتاب | تین منٹ قیامت میں |
| --- | --- |
| موضوع | تین منٹ کیلئے وفات پا جانے والے جوان کے عالمِ برزخ کے مشاہدات |
| ترجمہ | دانشکدہ، اسلام آباد |
| کمپوزنگ اصلاح ایڈیٹنگ تخریج | سیدہ سائرہ بخاری |
| تاریخ اشاعت | ربیع الاول 1442 |
| تعداد | 10,000 |
| رابطہ کیلئے وٹس اپ نمبر | 0312-9312754 |
| ناشر | دانشکدہ، اسلام آباد |
| قیمت | 80 روپے |

# فہرست

کتاب کے راوی کے ایک مخلص اور باایمان دوست نے جو کہ مدافع حرم ہیں ہمیں دلچسپ بات بتائی۔

اگرچہ خواب حجت نہیں ہیں لیکن تاثیر رکھتا ہے:

حاج قاسم سلیمانی کا چہلم تھا،ہال مجمع سے بھرا ہوا تھا،مقرر اسٹیج پر جانا چاہ رہے تھے۔

میں نے حیرت سے دیکھا: **مقرر حاج قاسم خود ہیں!**

مجھے یاد آیا کہ حاج قاسم شہید ہو چکے ہیں۔ میں آگے بڑھا اور میں نے کہا: آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ آپ کی شہادت کس طرح ہوئی؟

کہنے لگے: بہت آسانی سے، میرے سامنے ایک خوشبودار پھول لے کر آئے اور میں اسی وقت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میں نے پوچھا: ہم بھی شہید ہو سکتے ہیں؟ کہنے لگے: جی ہاں، آپ کے اپنے اختیار میں ہے۔

میں نے کہا: وہاں حساب و کتاب کس طرح ہوتا ہے؟

جلدی میں تھے کہنے لگے: "تین منٹ قیامت میں" پڑھی ہے؟ حساب کتاب اُسی طرح سے ہوتا ہے۔

## باب نمبر ۱:

کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۲۴ ابواب پر مشتمل تھا جو ایران میں سن ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا۔ کتاب میں اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ ۲۰۲۰ء کے موسمِ گرما میں جب راوی کتاب سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے: میں بعض رشتہ داروں سے کئی سالوں بعد ملا ہوں اور اُسی وقت مجھے ان سے متعلق واقعات جو میں نے اُس عالم میں دیکھے تھے، یاد آئے۔ بعض واقعات کتاب کے پہلے ایڈیشن شائع ہونے کے ردِ عمل میں پیش آئے ہیں۔ لہٰذا موجودہ کتاب میں ۱۳۴ ابواب کا ذکر کیا گیا ہے۔

## باب نمبر ۲:

ایک بہت بڑی حقیقت اور ناشاختہ روداد موت ہے، موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، انسان اپنی فکری حیات کے ابتدائی ایام سے ہی موت کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش میں ہے، جستجو کا یہ سفر ابھی نا تمام ہے۔ مختلف مذاہب نے کوشش کی ہے کہ اس حقیقت کو انسانیت کیلئے واضح کریں۔ چنانچہ سائنسدانوں کیلئے یہ حقیقت ابھی تک پوشیدہ (مخفی) ہے لیکن بعض انسانوں کے ساتھ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کو اصولی طور پر موت کے قریب کا تجربہ کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ روح کا انسانی جسم سے الگ ہو کر مختلف عوالم میں سیر کرنا! اِن تجربات میں ہوتا یہ ہے کہ رُوح کا تعلق مادی جسم سے سُست پڑ جاتا ہے، اِس سُستی کے نتیجے میں رُوح کو آزادی مل جاتی ہے اور وہ ایسے مناظر دیکھ سکتی ہے جن کا مشاہدہ کرنا روح کیلئے اِس سے قبل ممکن

نہیں تھا! گزشتہ سالوں میں مغربی سائنسدانوں کی جستجو اس حقیقت کے بارے میں بڑھ گئی ہے۔ یقیناً آپ نے بھی ایسے لوگوں کی داستان سنی یا پڑھی ہوگی جو موت کے قریب جا کر پلٹ آئے ہیں!

مثال کے طور پر ہارٹ اٹیک کے بعد کچھ لوگوں کی روح جسم سے نکلنے کے بعد کسی حادثہ یا Shock کی وجہ سے دوبارہ پلٹ آتی ہے۔ یہ وہ سوال ہے جو بہت سے لوگوں کے ذہن میں ابھرتا جارہا ہے کہ موت کے نزدیک کا تجربہ ( Near Death Experience) یا اس کا مخفف NDE کیا ہے؟

ا۔ بعض ماہرین (NDE) کو دماغ کی غیر معمولی فعالیت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کیفیت قرار دیتے ہیں جو موت کے قریبی لمحات میں پائی جاتی ہے اور وہم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں آکسیجن دماغ تک نہیں پہنچ پاتی جس کی وجہ سے دماغی سیلز کا کیمیائی توازن بگڑ جاتا ہے۔ ان ماہرین کے جواب میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ میڈیکل سائنس کے مطابق ذہن کی فعالیت اور حرکت کی IGG ٹیسٹ کے ذریعہ پیمائش کی جاسکتی ہے۔ بہت سے افراد جو موت کے قریب کا تجربہ رکھتے ہیں، ان کے IGG ٹیسٹ میں ایک سیدھی لکیر (Straight Line) سامنے آتی ہے!

میڈیکل سائنس کے مطابق یہ لکیر اُس وقت سیدھی ہوتی ہے جب دماغی سیلز کوئی بھی الیکٹرو میگنیٹک ( Electro Magnetic) حرکت نہ کر رہے ہوں تو ایسی صورتِ حال میں دماغ کی وہ توانائی باقی نہیں رہتی جو سوچ یا خیال کو جنم دے سکے۔ زیادہ تر لوگ جنہوں نے یہ تجربہ کیا ہے وہ اپنی دیکھی ہوئی روداد کو بہت شفاف، براہِ راست اور اپنے شعور کی سطح سے بالاتر بیان کرتے ہیں، جب کہ وہ حالت بیداری اور معمول کی زندگی میں اِس قدر شفاف اور واضح شعوری سطح رکھنے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

ڈاکٹر پم وین لومل (Pim Van Lommel) جو ماہر امراضِ قلب (Heart Specialist) ہیں، بیس سال انہوں نے علمی اور اصولی نقطہ نظر سے تحقیق کی ہے۔ وہ بے شمار مریض جنہیں ہارٹ اٹیک ہوا اور ان کے نتائج کو سن ۲۰۰۱ میں علمی جریدہ لانسٹ (Lancet) میں نشر کیا گیا۔ ان کی تحقیقاتی رپورٹ یہ بیان کرتی ہے کہ موت کے قریب کے تجربہ (NDE) کا ہارٹ فیل ہوجانے، بے ہوش رہنے، دوائیں جو استعمال کی جاتی ہیں، یا اس شخص کا موت سے خوفزدہ ہوجانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی موت کے قریب کے تجربہ میں اور ہارٹ فیل ہونے کی وجوہات میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔

اِسی طرح دیگر تحقیقاتی رپورٹس کے مطابق کسی شخص کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ اُس کی نسل یا اس کا مذہبی اور ثقافتی پس منظر کیا ہے، اور اُس کی معاشرتی حیثیت یا تعلیمی قابلیت کتنی ہے! اُس کے (NDE) کے بارے میں پہلے سے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ڈاکٹر پم وین لومل اپنی تحقیقات کے نتیجہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ضمیر اور روح موت کے بعد باقی رہتا ہے۔

۲۔ بہت ساری رپورٹس کے مطابق جس شخص نے یہ تجربہ کیا ہے ،اس کے باوجود کہ اس کے زندہ رہنے کی کوئی علامات (Symptoms) نہیں ہوتیں، وہ بخوبی مادی دنیا میں ہونے والے واقعات کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹرز آپریشن تھیٹر میں کیا کر رہے ہیں، وہاں موجود لوگوں کو دیکھ اور سُن سکتا ہے اور دنیا میں واپس پلٹنے کے بعد ان ساری تفصیلات کو باریکی سے بیان کرتا ہے۔

ہمارے اپنے ملک میں کئی بار ایسے واقعات ہوئے ہیں، حتٰی کہ یہ لوگ آس پاس کے موجود لوگوں کے ذہنوں کے افکار کو بھی بیان کر چکے ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ آقائے محمد زمانی سال ۱۹۷۷ میں کار حادثہ میں انتقال کر گئے اور ان کی حیات کی ساری علامات ختم ہو گئیں۔ لیکن پھر اچانک وہ زندگی کی آغوش میں واپس آ گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد انہوں نے وہ سارا ماجرا ڈاکٹرز اور نرسز سے بیان کیا جو آپریشن تھیٹر اور سرد خانے میں رونما ہوا۔ جو کچھ انہوں نے بتایا، وہ حقیقت کے عین مطابق تھا۔ جن علمی اور سائنسی معیارات کو ہم جانتے ہیں، اس واقعہ کی وضاحت کرنے سے قاصر ہیں۔

۳۔ کچھ ایسے لوگ جو پیدائشی نابینا تھے، انہوں نے اس تجربہ کے دوران آس پاس کی چیزوں کو بخوبی بیان کیا۔

ڈاکٹر ریمنڈ موڈی (Dr Raymond Moody) کی کتاب "حیات بعد از حیات" (Life After Life) میں ایک ایسی عورت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، جو بچپن سے نابینا تھی۔ اُس نے موت کے قریب کے تجربہ کے بعد آپریشن تھیٹر میں ہونے والے سارے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ کون کون لوگ آپریشن تھیٹر میں داخل ہوئے اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور آپریشن میں استعمال ہونے والے سامان کی شکل کیسی تھی۔

ڈاکٹر کینتھ رنگ اور شیرون کوپر(Dr Kenneth Ring and Sharon Cooper)نے اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو کتاب "ذہن کی نظریں" میں بیان کرتے ہوئے ان افراد کی نشاندہی کی ہے جو پیدائشی طور پر نابینا تھے اور انہوں نے موت کے قریب کے تجربہ کے بعد کے حقائق کو بیان کیا ہے۔

۴۔ بہت سے چھوٹے بچے جو موت کے قریب کے تجربہ سے گزرے ہیں،ان کی روداد اور رپورٹس بڑے لوگوں جیسی تھیں جب کہ وہ بچے موت کے بارے میں مذہبی تعلیمات اور معاشرتی نظریات نہیں رکھتے تھے اور ان کے ذہن میں موت اور اِس عالم کے بعد کی دنیا اور روحانیت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ بچوں اور بڑوں کی ذہنی ساخت مختلف ہوتی ہے۔

اسی حوالہ سے ڈاکٹر ملوین ایل مورس(Dr Melvin L.Morse) جو بچوں کے امراض کے ماہر (Child Specialist) تھے اور موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں کوئی عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔انہوں نے سن ۱۹۸۲ میں ڈیوٹی کے دوران موت کے قریب کے تجربہ کا پہلا مشاہدہ کیا۔وہ بچہ جو ان کے زیرِعلاج تھا،دنیا میں پلٹنے کے بعد بخوبی بیان کر سکتا تھا کہ ڈاکٹرز نے کس طرح سے سرجری کی اور اس کی روح کس طرح جسم سے الگ ہوئی۔وہ آپریشن تھیٹر میں ہونے والے تمام واقعات کو بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا،اس تجربہ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کے خیالات میں تبدیلی آئی۔

۵۔ کئی افراد جنہوں نے موت کے قریب کا تجربہ حاصل کیا،ان کی زندگی میں اس تجربہ کا گہرا اثر نظر آیا۔یہ اثر ان کی شخصیت اور نظریات(Idealogy) میں نمایاں تھا۔ جیسے اِس کتاب کے چھپنے کے بعد ایک شخص نے رابطہ کیا اور بتایا کہ وہ اپنے چھوٹے سے شہر میں ایک سافٹ ویئر کی دکان میں کام کرتا تھا۔اگرچہ وہ نماز اور دینی مسائل پر توجہ دیتا تھا لیکن کچھ عرصہ سے زیادہ تر غیر اخلاقی فلمیں(PornMovies) بیچ رہا تھا! یہاں تک کہ اسے موت کے قریب کا تجربہ پیش آیا اور اُس نے دیکھا کہ وہ تمام لوگ جنہیں اس نے فلمیں فروخت کی تھیں، کئی اخلاقی مشکلات اور مسائل سے دوچار تھے۔ جس شخص کو بھی اس نے فلم بیچی،اس وجہ سے اس کے کندھوں پر ایک سنگین وزن رکھ دیا گیا۔ایک سیمنٹ کے بلاک جتنا وزنی بوجھ !اور وہ اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اس شخص کے مطابق بلاک کا وزن اتنا ذیادہ تھا کہ وہ خود کو موت کے دہانے پر محسوس کر رہا تھا،یہاں تک کہ اسے اجازت ملی کہ وہ دنیا میں واپس پلٹ آئے،اُس دن کے بعد اس نے اپنے تمام گاہکوں کو ڈھونڈا اور انہیں بہت مشکل سے راضی کیا کہ اب وہ دوبارہ ان موضوعات کے پیچھے نہ پڑیں۔

ان لوگوں میں پائی جانے والی تبدیلیاں ہمیشہ مثبت پہلو رکھتی ہیں، مثلاً ایک با مقصد زندگی بسر کرنا، کائنات کی تخلیق کے مقصد کو سمجھنا، اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا اور اپنے کام، ملازمت اور کاروبار کے انداز میں تبدیلی لانا اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایسے لوگ اپنی بقیہ زندگی کو نیکی اور خیرات کیلئے وقف کر دیتے ہیں، اخلاق میں مہربان، صبر و تحمل والے بن جاتے ہیں اور نشہ آور منشیات کے استعمال کو ترک کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ مغربی ممالک جہاں تمام چیزیں مادی نظر سے بیان کی جاتی ہیں، وہاں ان افراد کی زندگی میں روحانی پہلو کئی گنا زیادہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔

۶۔ موت کے قریب تجربہ میں انسان اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھتا ہے، چاہے وہ اعمال اچھے ہوں یا بُرے! قرآن کریم اس نکتہ کو یوں بیان کرتا ہے:

پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔ (سورہ الزلزال: ۷ اور ۸)

آقائے زمانی اپنی داستان میں ایک مقام پر بیان کرتے ہیں: "بچپن کی بات ہے کہ مشہد جانے کی توفیق نصیب ہوئی، گاڑی گرم ہو کر راستے میں رُک گئی۔ قریب ہی ایک گاؤں تھا، ڈرائیور نے مجھے ایک پانی کا برتن دیا اور کہا: یہاں قریب ایک چشمہ ہے، جاؤ وہاں سے پانی بھر کر لے آؤ! میں نے چشمہ سے پانی بھرا لیکن میں کمسن تھا اور برتن کو گاڑی تک لانا میرے لئے مشکل تھا، راستے میں خیال آیا، کیوں نا تھوڑا سا پانی پھینک دوں تا کہ برتن اٹھانے میں آسانی ہو۔ سامنے ہی ایک درخت نظر آیا جو خشک زمین پر تھا۔ میں درخت کی طرف چل پڑا اور پانی سے درخت کی جڑوں کو سیراب کرنے لگا، اگرچہ وہاں تک جانے کیلئے تھوڑا زیادہ چلنا پڑا۔ عالمِ برزخ میں میرے اس کام کو بہت سراہا گیا۔ میرے تصور میں نہیں تھا کہ وہاں میرے اس عمل کو اتنی زیادہ اہمیت دی جائے گی ۔ گویا تمام ارواح میرے اس عمل پر فخر محسوس کر رہی تھیں۔ مجھے دکھایا گیا کہ میرا یہ عمل بہت قیمتی ہے کیونکہ وہ کام خلوص کے ساتھ انجام دیا گیا تھا۔

۷۔ ممکن ہے کہ کچھ افراد ایسا تصور کریں کہ اس طرح کی روداد یں جھوٹی ہوتی ہیں اور اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے گھڑی گئی ہیں ۔ جواب میں یہ بیان کرنا ہو گا کہ جھوٹ بولنے کی سب سے بڑی وجہ انسان کا ذاتی مفاد ہوتا ہے جب کہ جو افراد موت کے قریب کا تجربہ کر چکے ہیں، انہیں اس کے حقائق بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر لوگ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر حقیقت پسند نظروں سے دیکھا جائے تو وہ تمام افراد جنھوں نے موت کے قریب کا تجربہ بیان کیا ہے، جھوٹے نہیں ہو سکتے کیونکہ موت کے قریب کے

تجربہ کی رپورٹس ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ان کے درمیان مشابہت بھی پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ جو شخص ہر شے کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے، یہ روداد یں اسے بھی سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ رپورٹس مذہب یا خدا پر اعتقاد کو پروان چڑھانے کی نیت سے بنائی جاتی ہیں۔ اس بات کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کہ بہت سے افراد جنہوں نے یہ تجربہ کیا، ان میں ایسے کم سن بچے بھی شامل تھے جو دین، مذہب اور خدا کے وجود یا دینی نقطہ نظر کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتے تھے۔ اور ان میں سے کئی تجربہ کرنے والے افراد کا دین دار ہونا تو دُور کی بات ہے، وہ خدا کے بھی منکر تھے!

۸۔ اس روداد میں عموماً ہر شخص اپنی زندگی کے تمام مناظر فلم کی شکل میں دیکھتا ہے یعنی اُس کا ہر نیک اور برا عمل اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں ہر شخص اپنے عمل کی تاثیر کو اپنی ذات یا دیگر افراد کی زندگی کے حوالہ سے بخوبی سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر انسان کسی کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے تو فوراً خوشی محسوس کرتا ہے اور اگر کسی کی دل آزاری کرے تو اسے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ عموماً ایک نورانی حقیقت اس تجربہ میں ان لوگوں کے ہمراہ ہوتی ہے اور ان سے پوچھتی ہے کہ تم نے اپنی عمر کیسے گزاری؟

تقریباً سب لوگ جنہوں نے یہ تجربہ کیا ہے، زندگی کی طرف اس عقیدے کے ساتھ پلٹتے ہیں کہ ان کی زندگی کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور بندگانِ خدا سے محبت کریں اور اس کے بعد علم کا حصول اور دیگر ترجیحات۔

آیت اللہ قرائتی فرماتے ہیں: ''حوزہ علمیہ کے کسی بزرگ عالمِ دین نے جب موت کے قریب کا تجربہ حاصل کیا تو انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے کائنات کی دوسری سمت ایک ہی لمحہ میں تمام دنیاوی اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ کہ میں نے اپنی پوری زندگی تباہ کر دی ہے اور میرے اکثر اعمال ریاکاری اور اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے تباہ ہو چکے ہیں اور صرف گناہ باقی بچے ہیں۔ میں اس قدر خوف زدہ تھا اور سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کروں، میں نے اللہ کے ملائکہ سے بے حد اصرار کیا، یہاں تک کہ محبت اہلِ بیت علیہم السلام کے صدقہ میں میری شفاعت ہوئی اور مجھے واپس پلٹنے کی اجازت ملی۔''

۹۔ جن افراد نے موت کے قریب کا تجربہ حاصل کیا ہے، وقت کے بارے میں ان کا نقطہ نظر قابلِ غور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُس عالم کے وقت اور ہماری دنیا کے وقت میں کوئی مشابہت نہیں ہے، وہاں پر وقت گویا بہت متراکم (Compact) ہے۔ ان کے مطابق موت کے قریب کے تجربہ میں وقت ایسا ہے گویا آپ اَبدی زمانہ (Infinity) میں داخل ہو چکے ہوں، یعنی ممکن ہے کہ

آپ بہت ساری رودادوں کو چند لمحوں میں دیکھ لیں! کسی خاتون سے پوچھا گیا کہ آپ کا موت کے قریب کا تجربہ کتنی دیر کا تھا؟ وہ کہنے لگیں کہ آپ کہہ سکتے ہیں ایک سیکنڈ یا دس ہزار سال، اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موت کے قریب کے تجربہ میں وقت کوئی معنی نہیں رکھتا، شاید آپ چند لمحوں میں بہت سی رودادیں دیکھ لیں جن کو بیان کرنے کیلئے آپ کو کئی گھنٹے درکار ہوں گے۔

۱۰۔ موت کے قریب کے تجربہ میں انسان اپنی گزشتہ زندگی کے ان واقعات کو بھی دیکھتا ہے جو وہ مکمل طور پر بھول چکا ہوتا ہے، یا وہ واقعات اُس عرصہ میں رونما ہوئے جب وہ کم سِن تھا اور اس عرصہ کے واقعات کو یاد کرنا ناممکن تھا۔ لوگ اپنے اُن رشتہ داروں سے بھی ملاقات کرتے ہیں جو ان سے پہلے دنیا سے رخصت ہو چکے ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موت کے قریب کا تجربہ کرنیوالا شخص عام زندگی میں کسی انسان کی موت کی خبر نہیں رکھتا، لیکن دورانِ تجربہ اسے اطلاع ملتی ہے کہ وہ شخص انتقال کر چکا ہے۔

کولٹن برپو (Colton Burpo) کی روداد "عرشِ حقیقی" نامی کتاب میں شائع کی گئی ہے۔ ایک چار سالہ بچہ جو سن ۲۰۰۳ میں دورانِ آپریشن وقتی طور پر انتقال کر گیا اور ہوش میں آنے کے بعد اس نے اپنے والدین کو بتایا کہ اس کی اپنی اُس بہن سے ملاقات ہوئی جو اس کی ولادت سے پہلے دورانِ پیدائش مر چکی تھی، اس کے والدین کیلئے یہ بہت حیرت کی بات تھی کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کبھی اُس بیٹی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ کولٹن کی عارضی موت کے دوران آس پاس کے افراد جو سرگرمیاں انجام دیتے رہے، ان کے بارے میں بھی اس نے ان کو آگاہ کیا۔

چنانچہ اس بات کی طرف توجہ دینی ہوگی کہ اگرچہ موت کے قریب کا تجربہ ایسا نہیں کہ آپ اس کو علمی سطح پر آزما سکیں اور ہر شخص کے ساتھ ایسا ہونا ممکن بھی نہیں ہے لیکن جن افراد نے یہ تجربہ کیا ہے، ان کی دقیق رپورٹس سے ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ نظریہ (موت کے قریب کا تجربہ) حقیقت پر مبنی ہے۔ جو شخص دینی معلومات رکھتا ہے، وہ ان رودادوں کو پڑھ کر بہت آسانی سے ان کے صحیح یا غلط ہونے کا ادراک کر سکتا ہے کیونکہ ان رودادوں میں بیان شدہ باتیں دینی کتب میں موجود ہیں۔ البتہ بعض اوقات مفاد پرست عناصر ان تجربوں کے نام پر ناجائز دوکانداری کرتے ہیں۔

آخر میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ تمام افراد جنہوں نے اِس تجربہ کو حاصل کیا اور وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوئے، درحقیقت ان کی موت کا وقت مقرر نہیں تھا اور ملک الموت نے ہمیشہ کیلئے ان کو اِس دنیا سے الگ نہیں کیا تھا۔

لہٰذا اکثر رودادوں میں نامہ اعمال کے حساب کتاب کے بارے میں خبر نہیں ملتی جب کہ تمام ادیان کا یہ مشترکہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد حساب کتاب ضرور ہوتا ہے۔ ان واقعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دیگر افراد کو یاددہانی کراتا ہے کہ مادی دنیا میں حد سے زیادہ غرق نہ ہوجاؤ اور خود کو واپسی اور معاد کیلئے آمادہ کرو۔

اب ہم اِس طویل مقدمہ کے بعد ایک ایسے شخص کی روداد کی طرف بڑھ رہے ہیں جو ایک خاص تجربہ سے گزرا، وہ چند منٹ کیلئے اِس مادی دنیا سے خارج ہوا اور التماس اور دعاؤں کی بدولت اس کی واپسی ہوئی، اُس کی روداد اپنی مثال آپ ہے۔ جب میں بہت تلاش و کوشش کے بعد اس شخص تک پہنچا اور اس سے ملاقات اور گفتگو کی تو میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس کی گفتگو عین وہی مطالب بیان کرتی ہے جو معاد کے موضوعات پر کتب میں درج ہیں۔ لہٰذا میں آپ کو دعوت دوں گا کہ آپ بھی اِس سفر میں ہمارے ساتھ رہیں۔

# باب نمبر ۳:

چونکہ میرا تعلق ایک مذہبی گھرانہ سے تھا اس لئے میرا بچپن مسجد و مجالس میں گزرا۔ میں بسیج کے ادارے کا ایک فعال رکن تھا۔ جب میں سکول کا طالبعلم تھا، ایران عراق جنگ کے ایام چل رہے تھے۔ اُن دنوں ہمارا بیشتر وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ ہم نے دفاعِ مقدس کے آخری سالوں میں بہت دعائیں اور گریہ کیا کہ کسی طرح جہاد میں شامل ہونا نصیب ہو۔ آخر کار اللہ نے مجھے توفیق دی کہ مجاہدین اسلام کے ساتھ جنگ کے محاذ کی روحانی فضا کو محسوس کر سکوں۔ میں اس وقت اصفہان کے ایک چھوٹے شہر میں رہائش پذیر تھا۔ محاذ کی روحانی فضا جنگ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی اور میں شہادت کی حسرت دل میں لئے واپس لوٹا، لیکن اس کے بعد میں نے اپنی تمام ہمت و محنت کو روحانی درجات کے حصول کیلئے قرار دیا۔ میں جانتا تھا کہ شہداء، جہادِ اصغر سے قبل جہادِ اکبر میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لہٰذا جوانی میں میری پوری کوشش رہی کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ مسجد جاتے ہوئے رستے میں نظریں جھکائے رکھتا مبادا کسی نامحرم پر نظر پڑے۔

میں عمر کی سترہ بہاریں دیکھ چکا تھا۔ ایک شب خلوت میں خدا سے رازونیاز کے دوران بہت رویا اور گڑگڑایا کہ پروردگار! تو مجھے اِس دنیا کے گناہوں اور آلودگیوں سے محفوظ رکھ اور جلد اپنے پاس بلالے۔ میں نہیں چاہتا کہ گناہ میرے وجود کو آلودہ کریں، مجھے ڈر ہے کہیں معمولاتِ زندگی سے غیر ضروری وابستگی میری عاقبت کی خرابی کا سبب نہ بن جائے۔ میں نے حضرت عزرائیلؑ سے درخواست کی کہ وہ میری روح قبض کرنے جلد آجائیں۔

چند دن بعد میں نے اپنے احباب کے ساتھ مل کر کچھ افراد کو مشہد مقدس کی زیارت پر لے جانے کا پروگرام بنایا۔ کافی تردد کے بعد سفر کے انتظامات مکمل ہوئے اور جمعرات کے دن بعد از ظہر روانگی کا وقت طے پایا۔ بدھ کا دن گزرا اور میں تھکا ہارا گھر لوٹا تو حسبِ معمول عزرائیلؑ کو یاد کیا اور اپنی موت کی دعا مانگی۔ اپنی کمسنی اور ذہنی ناپختگی کی وجہ سے میں اِس دعا کو اپنے حق میں بہتر سمجھتا رہا، یہ جانے بغیر کہ اہلِ بیت علیہم السلام نے خدا سے ایسا کبھی نہیں چاہا، بلکہ وہ دنیا کو آخرت کی بلندیوں تک پہنچنے کیلئے ایک

پُل سمجھتے تھے، جس سے گزرنا ضروری تھا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے جلد ہی میری آنکھ لگ گئی۔ رات کے آخری پہر اٹھااور تہجد پڑھ کر دوبارہ سو گیا۔ اسی عالم میں دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی خوبصورت جوان میرے سرہانے کھڑا ہے،اُس کی ہیبت و خوبصورتی نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ میں بے اختیار اُٹھااور ادب سے اُسے سلام کیا۔ جوان نے مجھے مخاطب کیا اور پوچھا کہ مجھے اُس سے کیا کام ہے اور کیوں میں اسے بار بار طلب کرتا ہوں جب کہ میری باری ابھی نہیں آئی تھی۔ یہ بات سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ جوان عزرائیلؑ ہیں۔ میں ڈر سا گیا اور سوچنے لگا کہ اگر عزرائیلؑ اتنے حسین و جمیل ہیں تو لوگ اُن سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں؟ اتنے میں عزرائیلؑ جانے لگے تو میں نے دوبارہ ان سے التجا کی کہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں،انہوں نے اشارے سے مجھے رکنے کو کہا،میں اپنی جگہ واپس پلٹا اور زور سے زمین پر گرا۔ گھڑی پر نظر پڑی تو دن کے بارہ بج رہے تھے۔ اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی،ارد گرد غور سے دیکھا تو اندھیرا تھا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن جسم کی بائیں طرف شدید درد محسوس ہوا،خواب میں،میں اسی جانب گرا تھا۔ اب نیند آنکھوں سے غائب تھی اور میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی میری ملاقات عزرائیلؑ سے ہوئی تھی اور یہ کہ وہ کس قدر حسین تھے!!

صبح ہوتے ہی مشہد مقدس کے سفر کی فکر میں لگ گیا۔ عین اُس وقت کہ جب سب لوگ بس میں سوار ہو رہے تھے،پتہ چلا کہ دوستوں نے سپاہِ پاسداران سے سفر کا اجازت نامہ نہیں لیا۔ میں نے بسیج کے بیس کیمپ سے موٹر سائیکل لی اور سپاہ کے دفتر روانہ ہوا۔ واپسی میں ٹریفک سگنل پر کسی ٹیکسی ڈرائیور نے اچانک بائیں طرف سے میری موٹر سائیکل کو زوردار ٹکر ماری، میں ٹیکسی کے بونٹ اور چھت سے ٹکراتا ہوا زمین پر جا گرا۔ میرے جسم کے بائیں حصہ میں درد کی لہر اٹھی۔ ٹیکسی ڈرائیور تیزی سے میری جانب بڑھا۔ وہ کانپ رہا تھا،شاید وہ سمجھا کہ میں مر چکا ہوں۔ مجھے بھی یہی محسوس ہوا کہ اب میرا آخری وقت قریب ہے اور جناب عزرائیلؑ یہاں سے گزرے ہیں۔ میں نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو ٹھیک بارہ بج رہے تھے،جسم کے بائیں حصہ میں شدید درد ہو رہا تھا۔ یہ گزشتہ رات والے خواب جیسی صورتحال تھی۔ میں نے سوچا کہ میں بچ جاؤں گا کیونکہ خواب میں حضرت عزرائیلؑ نے مجھ سے کہا تھا کہ ابھی میرے جانے کا وقت نہیں آیا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ امام علی رضا علیہ السلام کے زائرین میرے منتظر ہوں گے، میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا:”آپ ٹھیک تو ہیں؟“میں سنی ان سنی کرتا ہوا موٹر سائیکل کی طرف لپکا۔ وہ آوازیں دیتا رہا:”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک ہو؟“اسے خوف تھا میں کہیں موٹر سائیکل چلاتے ہوئے گر نہ جاؤں اس لئے وہ راستے میں میرے پیچھے پیچھے رہا۔ خدا کا شکر کہ کاروان مشہد کیلئے روانہ ہو گیا۔

حادثہ سے ہونے والا درد دو ہفتے بعد ختم ہوا۔ اب میں یہ بات سمجھ چکا تھا کہ جب تک میرے پاس وقت اور فرصت ہے، مجھے رضائے پروردگار کیلئے امورِ زندگی انجام دینا ہوں گے اور اپنی موت کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ جب میرا وقت آئے گا تو حضرت عزرائیلؑ مجھے خود ہی لینے آجائیں گے، لیکن میں ہمیشہ دعا کرتا تھا کہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہو۔ اُن دنوں میری بھرپور کوشش تھی کہ میں اپنے دوستوں کی طرح سپاہ پاسداران انقلاب میں شامل ہو جاؤں۔ میرا عقیدہ تھا کہ سپاہ کی سبز وردی جیسا لباس امام زمان عجل اللہ فرج کے انصار زیب تن کریں گے۔ چند سال بعد میری کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور میں مختلف تربیتی مراحل سے گزرنے کے بعد شمسی تاریخ کے مطابق ۱۳۷۰ کی ابتدا میں سپاہ پاسداران انقلاب میں شامل ہو گیا۔ یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنے اعزاواحباب کے نزدیک ایک محنتی، ذمہ دار اور خوش مزاج انسان ہوں اور کسی حد تک لوگوں کو بیوقوف بنانے کا فن بھی جانتا ہوں۔ میرے دوستوں کے مطابق میری صحبت میں کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا، اسی لئے تربیتی کیمپس ہوں یا جنگی مشقیں، میں جس خیمہ میں ہوتا وہاں سے ہنسنے کی آوازیں آتیں۔ کچھ عرصہ بعد میں نے شادی کرلی اور معمولاتِ زندگی میں مگن ہو گیا۔ دن دفتر میں اور رات کا وقت گھر والوں کیساتھ گزرتا، کچھ راتوں میں مسجد اور انجمن بھی چلا جاتا۔ یوں مجھے سپاہ پاسداران سے منسلک ہوئے اٹھارہ برس بیت گئے۔ ایک دن اعلان ہوا کہ جنگی آپریشن کیلئے آمادہ ہو جائیں۔

## باب نمبر ۴:

سن ۲۰۱۱ میں امریکی وابستہ تکفیریوں نے شمال مغرب ایران کے شہر "پیران" کے مظلوم شہریوں کو اپنی بربریت کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ انہوں نے چند اہم بلند مقامات پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے گزرنے والی مسلح افواج کی گاڑیوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ جب سپاہ پاسداران اور مسلح افواج مقابلہ کیلئے تیاری کرتیں تو تکفیری شمالی عراق کی طرف بھاگ جاتے۔ ستمبر ۲۰۱۱ میں جب سپاہ کے جانثار کمانڈر اور توپ خانہ کے کچھ ذمہ دار مجاہدین شہید ہوئے تو سپاہ کے خصوصی دستوں نے خطہ کی پوزیشن سنبھال لی اور ایک بڑے آپریشن کے بعد خطہ سے دہشت گرد تنظیم (پیژاک) کا صفایا کر دیا۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میں بھی اس جنگ میں شامل ہوا اور اس کے تجربات و نتائج کو اخذ کیا۔ عجیب کیفیت تھی، شہادت کے رتبہ پر فائز ہونا میری دیرینہ خواہش تھی لیکن سوچتا تھا کہ میں کہاں اور شہادت کہاں! دورِ جوانی کے پر جوش جذبات پہلے جیسے نہ رہے۔ اِس آپریشن کے آخری مرحلہ میں جب تکفیری بھاگنے لگے تو انہوں نے آنسو گیس کی شیلنگ کے ساتھ فاسفورس کا بھی استعمال کیا تاکہ ہم اُن کا پیچھا نہ کر سکیں اور یہی ہوا.... آلودہ فضا کی وجہ سے ہماری آنکھیں جلنے لگیں، ہر طرف دھواں تھا اور کچھ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرے دوست اس فضا سے نکل گئے لیکن میں نہ نکل سکا۔ میری آنکھوں میں شدید جلن تھی۔ میں بمشکل ایک دوست کے ساتھ اپنے بیس کیمپ تک واپس آیا۔ یہاں ریلیف یونٹ کے ڈاکٹر نے دوا کے چند قطرے میری آنکھوں میں ڈالے اور تسلی دی کہ میں ایک گھنٹے تک نارمل ہو جاؤں گا لیکن میری تکلیف کم نہ ہوئی۔ پھر میں فیلڈ ہاسپٹل اور شہر کے ڈاکٹر کے پاس بھی گیا۔ انہوں نے پین کلر تجویز کیے جن سے وقتی آرام آ گیا لیکن اس تکلیف کا مستقل حل نہ نکل سکا۔ خطہ کے کامیاب آپریشن کے بعد فورسز اپنے کیمپس کی طرف پلٹ آئیں لیکن میری تکلیف ویسی کی ویسی ہی تھی، اسی طرح تین سال گزر گئے۔ کئی ایک ڈاکٹرز کے پاس علاج کی خاطر گیا لیکن شفا نہ ملی۔ یہاں تک کہ ایک دن مجھے یوں لگا جیسے میری بائیں آنکھ اپنی جگہ سے باہر نکل آئی ہے، جب آئینہ میں دیکھا تو واقعی ایسا تھا۔ میری تکلیف ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔ میں فوراًا ہاسپٹل گیا اور ڈاکٹر سے درخواست کی کہ میرا آپریشن کر دیں۔ آنکھ اور دماغ کے ماہر ڈاکٹرز پر مشتمل کمیٹی نے میرا تفصیلی معائنہ کیا، ایکسرے ہوئے اور رپورٹس آنے پر پتہ چلا کہ میری آنکھ کی پشت پر ایک رسولی ہے جس کی وجہ سے آنکھ باہر کی طرف نکل آئی

تھی۔ رسولی دماغ سے جُڑی ہوئی تھی اس لئے اسے بذریعہ آپریشن نکالنا انتہائی مشکل کام تھا۔ ڈاکٹرز نے مجھے آگاہ کیا کہ سرجری کی صورت میں دماغ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور میری بینائی بھی جا سکتی ہے۔ ان نقصانات کا خطرہ ساٹھ فیصد سے زیادہ تھا اس لئے ڈاکٹرز آپریشن کے حق میں نہیں تھے مگر میں آپریشن کرانے پر مُصر تھا۔ کمیٹی میں بعد میں شامل ہونے والے ایک ڈاکٹر (جن کا تعلق تہران سے تھا) نے آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا اور طے پایا کہ میری بھنوؤں سے سرجری شروع کی جائے گی اور آنکھ کے اوپر کی ہڈی کو ہٹا کر رسولی تک پہنچنے کا راستہ بنایا جائے گا، اس طرح رسولی کو نکالنا ممکن تھا۔

میرا آپریشن مئی ۲۰۱۵ میں اصفہان کے ایک ہسپتال میں ہوا۔ اس کا دورانیہ چھے گھنٹے پر محیط تھا۔ آپریشن سے قبل ڈاکٹرز نے مجھے اور میرے گھر والوں کو بتایا کہ پیچیدگی کی وجہ سے آپریشن کی کامیابی کے پچاس فیصد سے بھی کم امکانات ہیں اور یہ کہ آپریشن، مریض یعنی میرے اصرار پر کیا جا رہا ہے۔ میں نے ہاسپٹل روانگی سے قبل اپنی زوجہ اور گھر والوں کو الوداع کہا، اُن سے معافی طلب کی کہ شاید اُن سے یہ آخری ملاقات ہو۔ میری زوجہ حمل سے تھی اور وہ میری ہمراہی میں کئی مشکلات کاٹ چکی تھی۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہاسپٹل روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر میری کیفیت عجیب تھی، آپریشن تھیٹر میں داخل ہوتے ہوئے محسوس ہوا کہ اب یہاں سے واپسی ناممکن ہے۔ آپریشن کا آغاز ہوا اور مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ ڈاکٹرز بہت احتیاط اور توجہ سے آپریشن کر رہے تھے لیکن کافی وقت گزرنے کے بعد بھی رسولی نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کار انہوں نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں، آپریشن آخری مرحلہ میں داخل ہو چکا تھا کہ اچانک سب کچھ بدل گیا۔

## باب نمبر ۵:

# آپریشن کا اختتام

مجھے احساس ہوا کہ میرا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے اور اب مجھے کوئی تکلیف نہیں، میں پر سکون اور ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ جسم سے درد ختم ہو جانے کا احساس انتہائی خوش کن تھا۔ میں نے خود سے کہا: "پروردگار کا شکر ہے کہ میں نے شدید سر درد اور آنکھ کی تکلیف سے نجات پالی۔" اگرچہ میرے چہرے پر بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں، پھر بھی میں سٹریچر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ دن کہ جب میں چھوٹا سا اپنی ماں کی گود میں تھا اور آج ہاسپٹل کے آپریشن تھیٹر میں سٹریچر پر پڑا ہوا تھا، اس تمام عمر کے مناظر ایک لمحہ میں میری نظروں کے سامنے سے گزرے، کتنا حسین لمحہ تھا کہ ایک ہی آن میں، میں نے اپنے تمام اعمال دیکھ لئے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ اپنی بائیں جانب سفید لباس میں ملبوس ایک نورانی چہرے والے شخص کو دیکھا جو دل میں اُتر جانے کی حد تک حسین تھا۔ میرا دل چاہا کہ اُٹھوں اور اسے اپنی آغوش میں لے لوں، نہ جانے کیوں وہ مجھے اتنا اچھا لگا۔ وہ نورانی شخص مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ میں اس کی نورانیت میں گُم سا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ چہرہ جانا پہچانا سا ہے، شاید میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔ اتنے میں مجھے اپنے والد محترم، تایا جان، پھوپھی زاد اور دیگر لوگ نظر آئے، یہ سب کے سب دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ میرا پھوپھی زاد ایران عراق جنگ کا شہید تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں اس نورانی شخص پر بھی نظر ڈالتا رہا، اچانک مجھے یاد آیا کہ ٹھیک پچیس برس قبل مشہد مقدس کے سفر والی رات میری ملاقات عالمِ خواب میں جس شخص سے ہوئی، یہ وہی تھا یعنی حضرت عزرائیلؑ.... میں نے بڑے ادب سے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میری نظریں ان کے پُرنور چہرے پر جمی ہوئی تھیں کہ انھوں نے کہا: "چلیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا: "کہاں؟" اتنے میں ڈاکٹرز کی باتوں نے مجھے متوجہ کیا۔ سرجن نے دیگر ڈاکٹرز کو بتایا کہ مریض کا بچنا تقریباً ناممکن ہے اور آپریشن جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک اور ڈاکٹر نے برقی جھٹکے دینے والی مشین لانے کو کہا تاکہ مجھے بچانے کی آخری کوشش کی جاسکے۔ حیرت کی بات ہے کہ سرجن کی پُشت میری طرف تھی لیکن میں اس کا چہرہ دیکھ اور اُس کے ذہن کو پڑھ سکتا تھا، بلکہ وہاں موجود ہر شخص کا ذہن کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے تھا۔ میں نے تھیٹر میں لگے تمام مانیٹرز کو دیکھا جو بند ہو چکے تھے۔ آپریشن تھیٹر سے باہر بیٹھا اپنا بھائی بھی مجھے دکھائی دے رہا تھا جس کے ہاتھ میں تسبیح تھی، مجھے یہ بھی

علم تھا کہ وہ کون سا ذکر پڑھ رہا ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔ وہ خدا سے دعا مانگ رہا تھا: "یا اللہ میرا بھائی لوٹا دے، اُس کے دو بچے ہیں اور تیسرا اِس دنیا میں آنے والا ہے، اگر وہ نہ رہا تو اُس کے بچوں کی کفالت کون کرے گا؟۔" وہ اس لئے زیادہ پریشان تھا کہ میری عدم موجودگی میں میرے حصہ کی ذمہ داری کیسے نبھائے گا۔ ایک اور کمرے میں ایک شخص خدا سے میرے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ مریضوں کے وارڈ میں میدانِ جنگ کا ایک غازی خدا سے میرے لئے دعا کر رہا تھا، میں اُسے جانتا تھا اور تھیٹر میں آنے سے قبل اُس سے رخصت ہو کر آیا کہ شاید اب میری اُس سے دوبارہ ملاقات نہ ہو۔ یہ غازی خدا کے حضور گڑگڑا رہا تھا:

اے خدا! تو مجھے اُٹھا لے اور اِس شخص کو شفا دے دے کیونکہ اس کے بچے ہیں جبکہ میں لاولد ہوں۔

مجھے لگا جیسے میں ہر انسان کی نیت اور باطن کو واضح پڑھ اور سمجھ سکتا ہوں۔

میں ہر درد سے رہائی پانے کے بعد کافی پُرسکون تھا اور بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ اُس نورانی شخص نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا: "چلیں؟" میں نے کہا: "نہیں۔" میں سمجھ گیا کہ ان کے ساتھ چلنے کا مطلب اِس جہان سے رخصت ہونا ہے، یعنی میری موت کا وقت آن پہنچا تھا۔ میں نے اپنے پھوپھی زاد کو اشارے سے کہا کہ میں تو شہادت کا آرزومند ہوں، میں نے کئی سال جہاد اور شہادت کی تلاش میں گزار دیے، کیا اب اس طرح بیماری کی حالت میں مر جاؤں؟ لیکن حضرت عزرائیلؑ کو منع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، مجھے بہرحال جانا تھا۔ اُسی وقت دو نوجوان میرے دائیں بائیں ظاہر ہوئے اور کہا: "چلیں؟" میں بے اختیار اُن کے ساتھ چل پڑا۔ اگلے ہی لمحہ میں نے خود کو اُن نوجوانوں کے ساتھ ایک بیابان میں پایا۔

یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس دوران وقت ویسا نہیں تھا جیسے عام زندگی میں محسوس ہوتا ہے۔ میں بیک وقت سینکڑوں موضوعات کو دیکھ اور سمجھ سکتا تھا، اور مجھے علم تھا کہ میری موت کا وقت آن پہنچا ہے۔ لیکن میں بہت اچھا محسوس کر رہا تھا اور میری آنکھ کی تکلیف بھی ختم ہو چکی تھی۔ دو ملائکہ جن کے بارے میں سنا تھا کہ اللہ کی طرف سے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں، میرے تایا اور پھوپھی زاد کے ہمراہ تھے۔ بڑی دلچسپ صورتحال تھی۔ اب میں ان دو فرشتوں کو دیکھ رہا تھا جن کے چہرے دل میں اُتر جانے کی حد تک حسین تھے۔ میری خواہش تھی کہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہوں۔ ہم ایک خشک و بے آب صحرا میں چل رہے تھے کہ میں نے کچھ الگ سا دیکھا، یہ کہ میرے سامنے ایک میز تھی اور میز کی دوسری طرف ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں آہستہ آہستہ میز کے قریب ہو گیا۔ اپنی بائیں جانب مجھے سراب سا دکھائی دیا۔ غور سے دیکھا تو وہاں آگ کے شعلے بلند تھے جن کی تپش مجھے محسوس

ہوئی۔ دائیں جانب توجہ دی تو وہاں ایک بڑا اور خوبصورت باغ دیکھا، جیسے ایران کے شمال کا کوئی جنگل ہو۔ اس طرف سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ پھر میں نے میز کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کیا جس کا اُس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ میں سوچنے لگا شاید اس شخص کو مجھ سے کوئی کام ہے، میرے ساتھ موجود فرشتے خاموش تھے۔ میز پر ایک بھاری سی کتاب رکھی ہوئی تھی۔

## باب نمبر٦:

میز والے شخص نے اُس کتاب کی طرف اشارہ کیا، میں اشارہ سمجھ نہ پایا اور حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے کہا: "تمہاری اپنی کتاب ہے، پڑھو! آج حساب کتاب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم خود اِسے دیکھ لو۔" یہ جملہ میرے لئے کس قدر مانوس تھا کیونکہ میں نے اپنے استاد سے محافل میں وہ آیت سن رکھی تھی جس میں اسی بات کی طرف اشارہ تھا:

اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا

اب اپنی کتاب کو پڑھ لو آج تمہارے حساب کیلئے یہی کتاب کافی ہے۔ (الاسراء:١٤)

اُس جوان نے ٹھیک اسی آیت کا ترجمہ بیان کیا تھا۔ میں نے اپنے اِرد گرد نظر دوڑائی، ایک لمحہ کو رُکا اور پھر کتاب کھولی۔ کتاب کے اوپر بائیں طرف جلی حروف میں لکھا ہوا تھا: ١٣سال٦ماہ اور ٣دن۔ میں نے میز والے جوان سے اس کا مطلب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ وہ دن ہے جب آپ قمری سال کے اعتبار سے بالغ ہوئے تھے، لیکن میرے حساب سے ایک سال اور ١٥دن کم درج تھے۔ جوان نے میرا ذہن پڑھ لیا اور کہا کہ بالغ ہونے کی نشانی صرف وہ نہیں جو آپ کے ذہن میں ہے۔ میں نے اس کی تائید کی۔

بلوغت کی عمر درج ہونے والے صفحہ سے قبل تمام اچھے اعمال لکھے ہوئے تھے، جیسے مشہد مقدس کی زیارت، نماز کی اول وقت میں ادائیگی، مجالس کے انتظامات کرنا، والدین کا احترام وغیرہ۔ میرے استفسار پر جوان نے بتایا کہ یہ بلوغت سے قبل میرے تمام اچھے اعمال ہیں جنہیں محفوظ کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی بلوغت کے اعمال کا صفحہ دیکھتا، جوان نے تعریفی نظروں سے کتاب کو دیکھا اور کہا: "تمہاری نمازیں اچھی ہیں اور خدا کی بارگاہ میں قبول بھی ہوئی ہیں، اب تمہارے باقی اعمال کی طرف بڑھتے ہیں۔" یہ سنتے ہی مجھے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد آگئی جس میں انہوں نے فرمایا:

پہلی چیز جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا وہ پانچ وقت کی نمازیں ہیں۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۲۷۶)

میں نے بلوغت سے پہلے ہی نماز ادا کرنا شروع کر دی تھی اور والدین کی توجہ کی وجہ سے ہمیشہ مسجد میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ بہت کم ایسا ہوا کہ میری فجر کی نماز قضا ہوئی ہو، اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو جاتا تو میں رات تک افسردہ و پریشان رہتا۔ مجھے نماز کی اہمیت کے بارے میں بچپن ہی سے بتایا گیا تھا، اسی لئے میں نے نماز کو ہمیشہ اہمیت دی۔ اس حدیث کو یاد کر کے میں خوش ہوا اور دل میں اُمید پیدا ہوئی کہ میرے باقی اعمال بھی مقبول ہوں گے۔ میں نے اپنے نامہ اعمال کے پہلے صفحہ پر نظر ڈالی۔ بلوغت سے قبل کے تمام اعمال اس صفحہ پر تحریر تھے۔ ہر نیکی اور بدی حتی کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود تھا۔ کوئی ایسا عمل نہ تھا جو لکھنے سے رہ گیا ہو، یعنی اس کتاب میں سب ویسا تھا جیسا خدا تعالیٰ نے کہا ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔

پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔ (الزلزال: ۷،۸)

مطلب کہ ہم جس چیز کو دنیا میں ہلکا اور بے وزن سمجھتے ہیں، وہ یہاں سنگینی کیساتھ درج ہوتی ہے۔ میرا ہر عمل تصویری شکل میں بھی موجود تھا۔ تصویر پر نظر پڑتے ہی وہ ایک وڈیو کلپ میں تبدیل ہو جاتا۔ تمام وڈیوز تھری ڈی تھے جن میں ہر عمل کی تفصیل تھی حتی کہ وڈیو میں، میں جس سے مخاطب تھا، اُس کا ذہن بھی میں پڑھ سکتا تھا۔ الغرض کسی بھی عمل سے انکار کرنا ممکن نہ تھا۔ اور تو اور ہر عمل کے ساتھ اُس کی نیت بھی درج تھی۔ سب کچھ اتنے دقیق انداز میں لکھا ہوا تھا کہ اعتراض کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

میں خوش تھا کہ بچپن سے ہی والدین کے ہمراہ مسجد و مجالس میں جاتا رہا ہوں، میں خود کو جنت کے اعلیٰ درجات میں محسوس کر رہا تھا کہ اچانک پہلے صفحہ کے تمام اچھے اعمال ایک ایک کر کے غائب ہو گئے۔ اب وہ صفحہ بالکل سادہ تھا۔ میں نے غصہ سے میز کی دوسری طرف کے جوان کو دیکھا اور کہا: ”کیا وجہ ہے کہ یہ اعمال مِٹا دیے گئے، کیا میں نے انہیں انجام نہیں دیا؟ جوان بولا: ”آپ نے درست فرمایا۔ لیکن اُسی دن آپ نے اپنے ایک دوست کی غیبت کی تھی لہٰذا آپ کے (اس دن کے) اچھے اعمال اُسی دوست کے نامہ اعمال میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔ میں بدستور غصہ میں تھا: ”آخر سارے اعمال ہی کیوں؟“ جوان نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کی جانب اشارہ کیا جس میں انہوں نے فرمایا:

جس تیزی سے غیبت انسان کے نیک اعمال کو کھا جاتی ہے، آگ اُس تیزی سے خشک درخت کو نہیں کھاتی۔ (بحارالانوارج۱۵اص۲۲۹)

میں نے اگلا صفحہ دیکھا، وہاں بھی کئی نیکیاں لکھی ہوئی نظر آئیں جیسے اول وقت پر ادائیگی نماز، مسجد، مجالس، والدین کی رضامندی اور میری بسیج میں حاضری..... میرے تمام تر اعمال کی ریکارڈنگز موجود تھیں جنہیں دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں اپنے تمام نیک اعمال کی تائید کر رہا تھا۔ دفاعِ مقدس (ایران عراق جنگ) کے دوران میں جن نیک اعمال کو فراموش کر چکا تھا، وہ سب میرے لئے دہرائے گئے۔ لیکن ایک بار پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ تمام اعمال بھی مٹتے چلے گئے۔ میں نے پھر کہا: اب کیوں؟ اِس دن تو میں نے کوئی غیبت نہیں کی تھی۔ اب کی بار جوان کا جواب مختلف تھا: یہ اس لئے کہ تم اُس دن اپنے نیک دوست کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ اِسی بد عمل کی وجہ سے تمہاری نیکیاں مٹا دی گئی ہیں۔ "میرے ذہن نے سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۳۰ کو دہرایا جس میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

کس قدر حسرتناک ہے ان بندوں کا حال کہ جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس کا مذاق اُڑانے لگتے ہیں۔

میں بخوبی سمجھ گیا کہ اس آیت میں کن لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ میں دوسروں کو ہنسانے کیلئے لوگوں کا مذاق اُڑایا کرتا اور اپنے دوست احباب کو بیوقوف بنایا کرتا تھا۔ میں نے دل میں خود سے کہا اگر یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا تو میری اوقات گرتی چلی جائے گی۔ اب اگلا صفحہ نظروں کے سامنے تھا لیکن اس پر درج نیکیاں محو یا نابود نہیں ہوئیں کیونکہ اُس دن احباب کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہوئے میں نے کسی کی توہین نہیں کی یعنی میرا مزاح گناہ سے پاک تھا اور اسے خوش گپیاں تصور کرتے ہوئے نیکی میں شمار کیا گیا تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اس وقت مجھے ایک حدیث یاد آئی جو امام حسینؑ سے منسوب ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

نماز کے بعد بہترین عمل مومنین کے دل کو خوش کرنا ہے، اس انداز میں کہ جو گناہ نہ ہو۔ (المناقب: ج۴ ص۷۵)

اگلے صفحہ پر میں نے حیرت سے نظر ڈالی کیونکہ اس پر میرے لئے ایک حج کا ثواب لکھا ہوا تھا۔ میں جوان سے مسکراتے ہوئے مخاطب ہوا: ''اِس عمر میں، میں حج پر کب گیا تھا کہ مجھے علم ہی نہیں اور یہاں اس کا ثواب درج ہے!'' جواب ملا کہ بعض اعمال کی ادائیگی پر حج کا ثواب ملتا ہے جیسے والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا اور امام علی رضا علیہ السلام کی بامعرفت زیارت وغیرہ۔ لیکن پھر

وہی ہوا، نیک اعمال حذف ہونے لگے،اب سوال کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اُس دن کا منظر مجھے دکھایا گیا جس میں اپنے دوستوں کے ہمراہ میں اپنے ایک دوست کو مسلسل تنگ کر رہا تھا۔ مجھے سورہ الزمر کی آیت ۵۶ یاد آئی جس میں مذاق اُڑانے والوں کا ذکر ہے:

اَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ

پھر تم میں سے کوئی نفس یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے اور میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔

میں نے اپنے ساتھ کھڑے دو افراد سے کہا کہ وہ میرے لئے کچھ کریں، میرے سارے اعمال ضائع ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواباً نفی میں سر ہلایا۔ ان کے چہرے کی مایوسی بتا رہی تھی کہ وہ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ نیک اعمال جن کا اجر حاصل کرنے کے لئے میں نے اتنی محنت کی تھی، فہرست سے کم ہوتے جا رہے تھے۔ مجھے شدید روحانی اذیت کا احساس ہوا۔ دل چاہا کہ اُٹھ کر چلا جاؤں۔ میری تمام روحانی ثروت میری آنکھوں کے سامنے ختم ہو رہی تھی اور میں بے بس تھا۔ اُس دنیا کا میرا ہر مذاق یہاں بہت سنگین شمار کیا گیا۔ دوسروں کا نامہ اعمال میری نیکیوں سے پُر ہو رہا تھا۔ ایک اور بات جو میں نے محسوس کی، وہ یہ کہ عمر میں اضافہ کے ساتھ میری اول وقت کی نمازوں، مسجد اور مجالس کا ثواب کم سے کم تر ہو رہا تھا۔ میں نے جوان سے پوچھا کہ اُن ایام میں، میں نے تمام نمازیں مسجد جا کر ادا کی تھیں اور مجالس میں بھی باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا، پھر وہ تمام ثواب درج کیوں نہیں کیا گیا؟ جوان نے کہا: "اپنا اعمال نامہ غور سے دیکھو۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہارے اعمال میں ریاکاری بڑھتی گئی۔ ابتدا میں تم خالص نیت کے ساتھ مسجد اور مجلس میں جاتے تھے لیکن بعد میں تم چاہنے لگے کہ لوگ تمہیں مسجد جاتے ہوئے دیکھیں۔ مجلس میں اِس نیت سے جانا کہ دوست یہ نہ کہیں کہ تم مجلس میں شامل نہیں ہوتے۔ اگر تم خدا کی رضا کیلئے یہ اعمال انجام دیتے تو تمہیں کسی ایسی مسجد یا مجلس میں بھی جانا چاہیے تھا جہاں تمہارے دوست نہ تھے۔"

## باب نمبر ۷:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدً

اور جب نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا تو دیکھو گے کہ مجرمین اس کے مندرجات کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے افسوس اس کتاب نے تو چھوٹا بڑا کچھ نہیں چھوڑا ہے اور سب کو جمع کر لیا ہے، اور سب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ (الکھف:۴۹)

میں کتاب کے صفحات پلٹتا رہا۔ نامہ اعمال کا ہر قیمتی عمل صفحہ پر سب سے اوپر جلی حروف میں درج کیا گیا تھا۔ ایک مالی بدحالی کے شکار خاندان کی مدد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ وڈیو کلپ کی شکل میں موجود تھا۔ میں نے ذہن پر زور دیا لیکن مجھے یاد نہ آیا کہ میں نے یہ نیکی کب انجام دی تھی۔ میری مالی استطاعت اتنی نہ تھی کہ میں ان لوگوں کی مدد کرتا۔ البتہ میں ان کو جانتا تھا کیونکہ وہ میرے پڑوسی تھے۔ میری خواہش تھی کہ میں ان کی مدد کروں اور اس غرض سے میں نے اپنے دور شتہ داروں سے رابطہ بھی کیا جو مالی لحاظ سے کافی مضبوط تھے۔ میں نے اس خاندان کے مالی مسائل ان لوگوں سے تفصیلا بیان کیے لیکن انہوں نے میری باتوں پر توجہ نہ دی بلکہ میری کم عمری کا طعنہ دیا کہ اس عمر کے لوگوں پر ایسے کام نہیں جچتے، یہ بڑوں کے کرنے کے کام ہیں۔ میں اُس وقت پندرہ برس کا تھا۔ میں نے ان کے ردِ عمل پر خاموشی اختیار کی۔ لیکن عجیب بات تھی کہ اس خاندان کی مالی مدد کا کریڈٹ مجھے دے دیا گیا۔ میں نے پھر میز کی دوسری طرف بیٹھے جوان سے رجوع کیا۔ اُس نے کہا: ”اگرچہ تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکے، لیکن تمہاری نیت خالص تھی اس لئے اِس (نیت) کا ثواب تمہیں دیا گیا ہے۔“ مجھے رسول اکرم ﷺ کی حدیث یاد آگئی جس میں انہوں نے فرمایا:

پروردگار فرماتا ہے، جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اُس نیکی کو انجام نہ دے سکے یا اسے پورا نہ کر سکے (پھر بھی) وہ نیکی اُس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے۔ (نہج الفصاحہ: ص ۵۹۳)

خالص نیت اور کوشش والے تمام اعمال جن کو میں انجام نہ دے سکا، وہ سب نامہ اعمال میں درج تھے۔ میں نے سوچا خدا کا شکر ہے کہ غلط اعمال کی نیتوں کو اِس کتاب میں محفوظ نہیں کیا جاتا۔ خوشی کے ساتھ یہ احساس بھی تھا کہ دوسروں سے میل ملاقات کے دوران میں نے اپنی ناسمجھی، غلطیوں اور گناہوں کے سبب کئی نیک اعمال کو ضائع کر دیا تھا۔ جوں جوں آگے بڑھتا جارہا تھا، اعمال نامہ خالی ہوتا جارہا تھا۔ میں بہت پریشان تھا اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ کاش ایسا ہو سکتا کہ میرے گناہ کسی اور شخص کے نامہ اعمال میں، اور اُس کی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں منتقل ہو جائیں۔ لیکن آگے بڑھتے ہوئے مزید مشکل صورتحال کا سامنا تھا۔

جوان جو یقیناً میری کیفیات بھانپ چکا تھا، بولا: ''جب اعمال میں ریاکاری کی بُو آنا شروع ہو جائے تو پروردگار کے ہاں اُن کی کوئی قدر نہیں رہتی۔ جس عمل میں غیرِ خدا کو شریک کر لیا جائے تو پھر وہ عمل اُسی شریک کے لائق ہوتا ہے۔ اپنے خالص اعمال پیش کرو تاکہ تمہاری پریشانی جلد دُور ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اعمال کی قبولیت نیتوں پر منحصر ہے!''

## باب نمبر ۸:

# انسانی جان کو بچانا

میں نے پریشانی کے عالم میں اگلے صفحہ کی طرف نگاہ کی تو وہاں ایک شہ سرخی نظر آئی: ''انسانی جان کو بچانا''، مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اِس شہ سرخی کے پس منظر میں کیا واقعہ تھا۔ میں نے شکر ادا کیا یہ کام میں نے خالصتاً خدا کی رضا کیلئے کیا تھا، مجھے اِس عمل پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔ قصہ کچھ یوں تھا کہ جوانی کے ایام میں دوستوں کے ہمراہ دریائے زیاندروت کے قریبی ڈیم پر جانا ہوا۔ ان دنوں نہر کا پانی کافی اونچا تھا۔ ہم سیر و تفریح میں مصروف تھے کہ کسی خاتون کے چیخنے کی آواز آئی اوراس کے ساتھ ایک مرد نے بھی مدد کیلئے پکارا، ان دونوں کا بچہ نہر میں گر گیا تھا جو اپنی جان بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والا تقریباً ہر شخص سکتہ کی کیفیت میں تھا اور کسی کی ہمت نہ تھی کہ نہر کے خطرناک پانی میں کُود کر اُس کی جان بچاتا۔ مجھے تیراکی (غریقِ نجات) پر مہارت حاصل تھی لہٰذا پانی میں کودنے کیلئے تیار ہوا۔ میرے دوستوں نے خبردار کیا کہ یہ جگہ ڈیم کے قریب ہے، اِس لئے پانی مجھے اندر کی طرف کھینچ لے گا اور میں ٹربائن میں باآسانی پھنس سکتا ہوں۔ یہ انتہائی خطرناک تھا۔ ایک لمحہ کیلئے میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں خدا کی رضا کیلئے جا رہا ہوں، پس میں نے نہر میں چھلانگ لگا دی۔ الحمد للہ۔ میں اُس بچے کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا اور اُسے نہر کے کنارے پر لے آیا۔ دوستوں نے پانی سے باہر آنے میں میری مدد کی۔ بچے کے والدین نے میرا بہت شکریہ ادا کیا۔ میں کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے وہاں سے روانہ ہونے لگا تو انہوں نے میرا ایڈریس اور رابطہ نمبر مانگا۔ میرا یہ عمل کتاب میں نہایت احسن انداز میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بار پھر خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے اِس عمل کی نیت خالص اللہ کیلئے تھی۔ سوچا کہ ایسے خالص اعمال ہی انسان کو عالمِ برزخ میں پریشانی سے نکال سکتے ہیں۔ اِس عمل کو نامہ اعمال میں دیکھ کر مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی، میرے نزدیک یہ عمل بہت بڑا اور اہم تھا۔ لیکن اچانک یہ عمل بھی صفحہ سے مِٹ گیا۔ میں نے جوان سے کہا: "لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ جو عمل خالص اللہ کیلئے انجام دیا جائے وہ محفوظ رہتا ہے، تو پھر میرا یہ عمل کیوں حذف کیا گیا ہے؟'' جوان نے میری بات سن کر کہا: تمہاری بات درست ہے لیکن جب تم یہ نیکی کر کے واپس پلٹ رہے تھے تو راستے میں تم نے اپنے آپ سے کچھ کہا تھا۔'' پھر اُسی منظر کی وڈیو چلنا شروع ہوئی۔ میں گھر کی طرف رواں دواں تھا کہ میں نے دل ہی دل میں خود سے کہا: آج میں نے بڑا اہم کام کیا

ہے۔ اگر میں ان والدین کی جگہ ہوتا تو سب کو بتاتا کہ ایک نوجوان نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہمارے بچے کی جان بچائی ہے۔ اگر میں اِس صوبہ کانگران ہوتا تو قدر دانی کا اظہار تحفہ اور جشن کے اہتمام کے ذریعہ کرتا،اخبار والوں کو بھی میرا انٹرویو کرنا چاہیے۔ اگلے دن ایسا ہی ہوا، مختلف اخباری رپورٹرز نے میرا انٹرویو لیا اور صوبائی گورنر بھی ایک قیمتی تحفہ لے کر اس بچے اور اس کی فیملی کے ساتھ مجھے ملنے آئے۔ یہاں پروڈیو ختم ہوا اور جوان پھر سے گویا ہوا: آغاز میں تمہارا یہ عمل رضائے الٰہی کیلئے تھا لیکن بعد میں تم نے اِسے برباد کردیا۔ تم نے اِس کا اجر دنیا میں طلب کیا جو تمہیں مل گیا۔ ایسا ہی ہے نا؟" میں نے حسرت سے کہا: "آپ صحیح کہ رہے ہیں۔ لیکن اب کیا کروں، میرے ہاتھ خالی ہیں!" جواب ملا: "بہت سے لوگ خالص اللہ کیلئے عمل انجام دیتے ہیں لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ عمل کا خلوص آخر وقت تک برقرار اور محفوظ رہے۔ لیکن کچھ لوگ اپنے خالص اعمال کو دنیا میں ہی ضائع کر دیتے ہیں۔"

## باب نمبر ۹:

میں بہت بڑی مشکل میں پھنس چکا تھا، بے جا مذاق کی عادت اور غیبت کی وجہ سے میرے نیک اعمال برباد ہو گئے تھے۔ اب نامہ اعمال میں برائیاں ہی باقی بچی تھیں۔ اگر کوئی عمل خالص نیت سے انجام دیا ہوتا تو یقیناً وہ برائی کو مٹا دینے کا سبب بن سکتا تھا۔ سورہ ھود کی آیت ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

نیکیاں برائیوں کو ختم کر دینے والی ہیں

لیکن یہ بہت مشکل لگ رہا تھا کیونکہ ہر دن کا حساب بہت دقیق انداز میں کیا گیا تھا۔ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی تحقیق کے ساتھ درج تھا۔ اعمال کی جستجو کا عمل جاری تھا کہ میں اپنی جوانی کے دنوں کے ایک عمل تک پہنچا جس کا تعلق سن ۲۰۰۰ سے ۲۰۱۰ تک تھا۔ میز کی دوسری طرف کے جوان نے بتایا کہ امام حسینؑ کے حکم سے میرے پانچ سال کے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ اب یہ پانچ سال حساب میں شامل نہیں ہوں گے۔ میں نے حیرت سے پوچھا: ''کیا مطلب؟'' جوان نے وضاحت کے ساتھ بتایا کہ میرے اُن پانچ سالوں کی صرف نیکیاں باقی رہیں گی اور گناہ ختم کر دیے گئے ہیں۔ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اِس خبر کو سن کر میں کتنا خوش ہوا مگر یہ کہ آپ خود اِس صورتحال کا سامنا کر رہے ہوتے۔ یعنی پورے پانچ سال بغیر حساب کتاب کے!

میں نے پوچھا امام حسینؑ کے اِس حکم کی وجہ کیا ہے، اُسی لمحہ مجھے دکھایا گیا کہ صدام کے زوال اور سن ۲۰۰۰ کے بعد مجھے چند بار توفیق ملی کہ کربلا کی زیارت کو جا سکوں۔ ان میں سے کسی ایک سفر کے دوران میری ملاقات ایک گونگے بہرے بزرگ سے ہوئی جو میرے کاروان میں شامل تھے۔ سالارِ کاروان نے مجھے ان کے ساتھ رہنے اور ان کا خیال رکھنے کو کہا۔ میری خواہش تھی کہ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح اکیلے حرم میں حاضری دوں، مولاؑ سے حالِ دل بیان کرنے کے ساتھ اپنی حاجات بھی پیش کروں۔ لیکن میں نے بادلِ نخواستہ سالار کی بات کو قبول کیا۔ بزرگ کا خیال رکھنا میری سوچ سے کہیں زیادہ مشکل تھا کیونکہ ان کا ذہنی توازن

بھی ٹھیک نہیں تھا اور وہ میری ہر بات سمجھنے سے قاصر تھے۔ وہ کہیں نہ کہیں گُم ہو جاتے، اس لئے مجھے تمام وقت ان کے ساتھ رہنا پڑا۔ کربلا کا تمام سفر ان بزرگ کی نذر ہو گیا۔ وہ میرے ساتھ ہی حرم آتے جاتے تھے۔ اس وجہ سے مولاؑ کیلئے میرا قلبی حضور بہت کم ہو گیا۔ سفر کے اختتام پر بزرگ نے کپڑوں کی خریداری کی، دوکاندار نے ان کی معذوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کپڑوں کی کئی گنا زیادہ قیمت بتائی۔ میں آگے بڑھا اور دوکاندار کو بتایا کہ وہ زائر امام حسینؑ ہیں لہٰذا ان سے زیادہ پیسے لینا درست نہیں۔ المختصر میں نے کافی کم قیمت پر ان کو کپڑے خرید کر دیے۔ میں بیحد غصہ میں تھا جب کہ بزرگ بہت خوش تھے۔ سوچتا رہا کہ میں نے بھی کیا تکلیف پال لی، اس واقعہ کے بعد مجھے کربلا جانے کا مزا نہیں آیا۔ میں اچانک ان بزرگ کی طرف متوجہ ہوا جو رُک گئے اور حرم کی طرف رُخ کر کے انگلی سے اشارہ کیا، جیسے مولاؑ کو دکھا رہے ہوں اور میرے لئے دعا مانگی ہو۔

میز کی دوسری طرف کا جوان بولا: ''اس بزرگ کی دعا کی وجہ سے امام حسینؑ نے تمہاری شفاعت کی ہے اور تمہارے پانچ سال کے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔'' کاش آپ لوگ میری خوشی کا مشاہدہ کر سکتے کہ جب میرے سامنے کتاب کے سینکڑوں صفحات بغیر حساب کے پلٹ دیے گئے اور اُن پر صرف میری نیکیاں لکھی رہ گئیں۔

## باب نمبر ۱۰:

جوانی کے ایام میں بسیج بیس کیمپ کی مصروفیت تھی۔ رات دن دوستوں کا ساتھ تھا سو ہم شبِ جمعہ وہاں قرآن کلاسز کا اہتمام کرتے۔ ہماری رضاکارانہ سرگرمیوں میں علاقہ کی نگرانی کرنا اور اِس کا چکر لگانا بھی شامل تھا۔ بیس کیمپ کے عقب میں ایک قبرستان تھا۔ میں کبھی کبھی دوستوں کو تنگ کیا کرتا تھا جس کا ازالہ مجھے عالمِ برزخ میں کرنا پڑا۔ ہم دوست کبھی کبھار شبِ جمعہ بیس کیمپ میں صبح تک قیام کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک رات شدید برفباری ہو رہی تھی کہ ایک دوست نے سب کو للکارا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو اِس وقت قبرستان کے آخری کونے تک جائے اور واپس آکر دکھائے! میں نے فوراحامی بھر لی۔ دوست نے مجھے سفید لباس زیب تن کرنے کو کہا جو میں نے بلا تردد پہن لیا اور قبرستان کی طرف چل پڑا۔ برف پر چلنے کی وجہ سے میرے قدموں کی آہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں قبرستان کے آخری کونے کے قریب پہنچا تو مجھے تلاوتِ قرآن کی آواز سنائی دی۔ یہاں ایک سید بزرگ ہر شبِ جمعہ عبادت کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ میں اپنے دوستوں کا ارادہ سمجھ گیا، انہوں نے مجھے اِن بزرگ کو ڈرانے اور تنگ کرنے کی نیت سے بھیجا تھا۔ مجھے یہ بات کچھ مناسب نہ لگی اور واپس پلٹنا چاہا تو خیال آیا کہیں میرے دوست مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دیں، لہذا آخری کونے تک چلا گیا۔ میرے قدموں کی آواز سن کر بزرگ نے بلند تر آواز میں تلاوت شروع کر دی، ان کے لحن کا انداز بدل چکا تھا۔ وہ یقینا خوفزدہ تھے۔ وہ ایک قبر کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، جب میں وہاں پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی اُن کی چیخ نکلی۔ میں ان کی حالت دیکھ کر ڈر گیا اور فوراً بھاگ نکلا۔ بزرگ نے مجھے تلاش کیا اور میرے قدموں کے نشان کی مدد سے بیس کیمپ تک پہنچ گئے۔ وہ شدید غصہ میں تھے۔ انہوں نے مجھے شناخت کر لیا جس پر میں نے فوری اقرار نہ کیا لیکن بعد میں معافی مانگ لی۔ وہ ناراض ہی لوٹ گئے۔ اِس واقعہ کو ہوئے کئی سال بیت چکے تھے۔ اب جب نامہ اعمال میں اسے دیکھا تو شرم سے سر جھک گیا۔ اپنے ہر گناہ اور بالخصوص وہ گناہ جس میں کسی کو اذیت پہنچائی تھی، کو دیکھ کر میں عذاب محسوس کر رہا تھا۔ اسی وقت میری بائیں جانب گرم ہوائیں چلنے لگیں جن کی تپش سے مجھے اپنا آدھا جسم جلتا ہوا محسوس ہوا۔ ہر بار اپنے نامہ اعمال کے گناہ دیکھ کر میں اِس آگ کو اپنے بہت قریب محسوس کرتا۔ اب میری آنکھوں میں مزید دیکھنے کی سکت نہ تھی۔ وہی قبرستان والے بزرگ جو اَب مرحوم تھے، اِس طرف

آتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہ میز کی دوسری طرف والے جوان کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: ”میں اِسے معاف نہیں کروں گا، اس نے مجھے تکلیف دی اور ڈرایا تھا۔“ میں نے میز والے جوان کو صفائی دیتے ہوئے کہا: ”واللہ! میں نہیں جانتا تھا کہ یہ بزرگ اس قبرستان میں کسی قبر کے سرہانے مصروفِ عبادت ہیں۔“ جوان نے کہا: ” لیکن ان کے قریب پہنچ کر تم سمجھ تو گئے تھے کہ یہ وہاں قرآن پڑھ رہے ہیں، تو اُس وقت کیوں نہیں پلٹے؟“ میں لاجواب ہو گیا۔ بہرحال معافی مانگنے کے باوجود میری دو سالہ عبادت کا ثواب اُن سید بزرگ کے نامہ اعمال میں منتقل کیا جارہا تھا تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ میری دو سالہ نمازیں جو جماعت کے ساتھ تھیں، ایک مومن کو ایذا دینے کی وجہ سے مجھ سے واپس لے لی گئیں۔

## باب نمبر ۱۱:

میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی کونے میں بیٹھ کر اپنی حالتِ زار پر گریہ کروں، ایک بے جا مذاق کی وجہ سے اپنی دو سالہ عبادات کسی اور کو دینا پڑیں۔ میرے بہترین اعمال ختم ہو گئے تھے۔ بلاشبہ اللہ کا حساب باریک بین ہے۔ کتنے ہی ناشائستہ اور نامناسب کام جنہیں میں نے شغل سمجھ کر انجام دیا، اُن پر مجھے افسوس ہو رہا تھا۔

جوان نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا: ”ایک شخص گزشتہ چار سال سے تمہارا منتظر ہے۔ اس کے نامہ اعمال میں کافی زیادہ نیکیاں ہیں اور اسے برزخی جنت میں جانا ہے، لیکن تمہاری وجہ سے اس کا جانا موٴخر ہو گیا ہے۔“ میں نے حیرت سے پوچھا: ”آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟“ اتنے میں ایک بزرگ جو مسجد کے امین افراد میں شامل تھے، آگے بڑھے اور اس جوان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ مجھے بڑی عزت کے ساتھ مخاطب کیا: ”کہاں تھے تم؟ میں چند سالوں سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ پھر کچھ بات چیت کے بعد کہا: "جس زمانے میں آپ مسجد اور بسیج کی مذہبی سرگرمیوں میں مصروف تھے، میں نے ایک دفعہ بھرے مجمع میں آپ پر تہمت لگائی تھی۔ میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ مجھے وہ منظر بھی دکھایا گیا جب میں مسجد و بسیج کی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ یہ بزرگ اور چند دوسرے افراد مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر مجھ پر تہمت لگا رہے تھے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ انہوں نے میری نیک نیتی پر بھی سوال اُٹھایا۔ عجیب بات یہ تھی کہ مجھ پر تہمت اُس وقت لگائی گئی جب میں بسیج میں بالکل نیا نیا شامل ہوا تھا اور نوجوان تھا۔ گو کہ یہ بزرگ نیک آدمی تھے لیکن میرا نامہ اعمال خالی ہو چکا تھا، سو میں نے یہ موقع غنیمت جانا اور جوان سے کہا: ”اگرچہ یہ شخص ایک اچھا انسان ہے لیکن میں اِسے معاف نہیں کروں گا، میرے ہاتھ خالی ہیں ان سے جو لے سکتے ہو لے لو۔“ اب مجھے سورہ عبس کی ۳۷ویں آیت کے معنی سمجھ میں آئے جس میں ارشاد ہوتا ہے:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ

اُس دن ہر آدمی کی ایک خاص فکر ہوگی جو اس کیلئے کافی ہوگی۔

جوان نے میری طرف رُخ کیا اور کہا: ”اِس بندہ خدا نے آپ کے شہر میں ایک امام بارگاہ عوام الناس کیلئے وقف کر رکھی ہے جس کا ثواب آتا رہتا ہے۔ یہ امام بارگاہ اس نے خالص رضائے الٰہی کیلئے بنائی تھی، اگر تم چاہو تو اس کا مکمل ثواب تمہارے نامہ اعمال میں درج کر دوں اور تم انہیں معاف کر دو۔“ میں نے خود سے کہا کہ ایک تہمت کے بدلہ میں امام بارگاہ کی تعمیر کا ثواب مل جانا تو بہت ہی اچھا ہے۔ وہ بزرگ بہت افسردہ دکھائی دے رہے تھے لیکن کوئی اور چارہ نہ تھا، لہٰذا ایک عظیم وقف کا ثواب ایک تہمت کی وجہ سے میرے حوالے کر کے برزخی جنت کی طرف روانہ ہو گئے۔ میری تمام تر توجہ اسی نکتہ پر مرکوز تھی کہ کوئی شخص ایک نوجوان پر تہمت لگانے کی وجہ سے اتنی بڑی خیرات گنوا سکتا ہے اور ہم دن رات دوسرے لوگوں کی غیبت کرنے اور تخمینے لگانے میں مصروف رہتے ہیں، تو ہماری عاقبت کیا ہوگی؟ ہم تو بڑی آسانی سے اپنے منتظمین، احباب اور قریبی لوگوں کے بارے میں جو چاہیں کہہ دیتے ہیں، اسی وقت جوان نے مومن کی عزت کے حوالے سے سورہ نور کی آیت ۱۹ کی تلاوت کی:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبانِ ایمان میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے ان کیلئے بڑا دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے ہو۔

امام صادق علیہ السلام اِسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”جو شخص کسی مومن کے بارے میں کچھ دیکھ لے یا سُن لے اور پھر اوروں کو بیان کرے، اِسی آیت کے زمرے میں آتا ہے، اور اِسی آیت کی مثالوں میں سے ہے۔

# باب نمبر ۱۲:

میرے اوپر سکتہ کی کیفیت طاری تھی اور انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے نامہ اعمال کو دیکھ رہا تھا گویا میرا خود سے کوئی ارادہ نہیں رہا تھا اور میرا کوئی عمل قابلِ دفاع نہیں تھا۔ میری نظریں بس کتاب پر جمی ہوئی تھیں۔

ایک شخص آیا اور میری دو سالہ عبادت کا ثواب لے کر چلا گیا، دوسرا آیا اور میری نیکیوں کا ثواب لے گیا۔ اس کے بعد.....

بخدا میں ایک کمزور بھیڑ کی مانند بے بسی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس ان اشخاص کے خلاف چارہ جوئی کا کوئی رستہ نہ تھا۔ انسان پر خواہ کتنا ہی بڑا الزام ہو، لیکن اِس دنیا میں اُسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ وہ ایک وکیل کے ذریعہ اپنا دفاع کرتا ہے تاکہ خود پر لگے الزام سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ لیکن یہاں تو معاملہ برعکس تھا، کچھ کہنے کی گنجائش نہ تھی۔ یہاں سب پر ایک دوسرے کا عمل اور سوچ عیاں تھی، اس لئے دلیل کے بغیر اپنا دفاع کرنا ناممکن تھا۔ میری کتاب کے کئی گناہ ایک محاورہ کی ترجمانی کر رہے تھے: ''گرم چائے پی نہیں لیکن منہ جل گیا۔ یعنی ایک شخص نے کسی کی غیبت کی یا اس پر تہمت لگائی لیکن اس کا یہ گناہ میرے نامہ اعمال میں درج ہوا کیونکہ میں نے اس غیبت اور تہمت کو اپنے کانوں سے سنا۔ نامہ اعمال میں ایسے کتنے ہی گناہ درج تھے جن میں میرے لئے کوئی لذت نہ تھی لیکن وہ میرے لئے شرمندگی کا باعث تھے۔''

یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ خدا کا حساب کتاب بڑا دقیق تھا۔ حساب رسی کے دوران گناہوں کو دیکھتے ہوئے مجھے اپنی بائیں جانب گرم ہوا چلتی ہوئی محسوس ہوئی، ہوا کی گرمی نے میرے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن حیرت انگیز طور پر میرا چہرہ، سینہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں محفوظ رہیں۔ میں حیران تھا کہ ایسا کیوں ہوا! لیکن کچھ کہنے سے قبل ہی میں اس کی وجہ سمجھ گیا۔ میں دورِ جوانی میں باقاعدگی سے مجالس اور تنظیمی محافل میں شریک ہوا کرتا تھا۔ میرے والد محترم کا کہنا تھا کہ اگر تم امام حسینؑ، سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا اور اہلِ بیت علیہم السلام کیلئے گریہ کرتے ہو، تو تمہیں اِن آنسوؤں کی قدر و قیمت کا بھی علم ہونا چاہیے۔ ان پاک اور مظلوم ہستیوں

کیلئے بہنے والے آنسو انمول ہیں اور تمہیں ان کی اہمیت کا اندازہ قیامت کے دن ہو گا۔ میرے والدِ محترم نے اہلِ منبر علماء اور اکابرین سے سن رکھا تھا کہ ان آنسوؤں کو چہرے اور سینے میں جذب کرنا چاہیے اور وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ میں بھی مجالس میں اپنے والدِ محترم کی تقلید میں ایسا کیا کرتا تھا۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ میرا چہرہ، سینہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں گرم ہوا کی تپش سے کیوں محفوظ تھے!

میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ اِس دنیا میں خوفِ خدا سے رونے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی وجہ سے میرے کچھ گناہ نامہ اعمال میں درج نہیں ہوئے۔ یہاں مجھے خدا تعالی کے رحمتِ واسعہ کا بخوبی اندازہ ہوا۔ اگر انسان سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد دوبارہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے تو اس گناہ کو نامہ اعمال سے ہمیشہ کیلئے حذف کر دیا جاتا ہے، خواہ اس گناہ کا تعلق حق الناس سے ہو۔ غیر مشخص کے حق الناس کی تلافی ردِ مظالم کے ذریعہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن جس کی حق تلفی کی گئی ہے اور وہ مشخص ہے تو پھر اس کا حق لوٹانا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی بچے کے حق میں ظلم کیا ہو اور ہم اس کے حق الناس کے مقروض ہیں اور وہ طلبگار ہے اور دنیا میں ہمیں اس بچے نے معاف نہ کیا ہو، تو ہمیں عالمِ برزخ میں انتظار کرنا ہو گا یہاں تک کہ وہ بچہ آئے اور معاوضہ لے کر ہمیں بخش دے۔

## باب نمبر ۱۳:

جوانی کے آغاز ہی سے بلکہ یوں کہ لیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا، حق الناس اور بیت المال پر میری گہری توجہ تھی۔ میرے والدِ محترم ہمیشہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ بیت المال کے استعمال میں احتیاط کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ خود کو اِس گڑھے میں گرادو۔ دوسرے میری تربیت منبر و مجالس کے سائے میں ہوئی تھی، اس لئے میں اِن موضوعات کو سنتا رہا تھا۔ جب میں سپاہ میں بھرتی ہوا تو میری پوری کوشش ہوا کرتی تھی کہ دفتری اوقات کے دوران ذاتی کام نہ کروں۔ اگر اس دوران کوئی ذاتی کام پڑجاتا یا کوئی ذاتی فون کال آجاتی تو میں بعد میں اُتنا یا اُس سے زیادہ وقت لگا کر کام مکمل کرتا۔ اضافی وقت کے کام کی میں نے کبھی اُجرت طلب نہیں کی۔ ذہن میں یہی خیال رہتا کہ کہیں روزِ قیامت کوئی مشکل پیش نہ آجائے۔ کم لیکن حلال تنخواہ لینے میں ہی بہتری ہے۔ میں دفتر میں آنے والے لوگوں کا کام بھی پوری توجہ کے ساتھ کرتا تھا تاکہ اُن کی رضامندی حاصل کرسکوں۔

یہ کام میرے نامہ اعمال میں درج تھا۔ جوان نے مجھے کہا: "خدا کا شکر ادا کرو کہ بیت المال کا حساب تمہارے ذمہ نہ تھا ورنہ تمہیں پورے ایران کے لوگوں کی رضامندی حاصل کرنا پڑتی۔" اتفاقاً وہیں پر کچھ لوگوں کو دیکھا جو بہت پریشان تھے کیونکہ انہیں پورے ایران کے لوگوں کی رضامندی حاصل کرنا تھی۔ ان کے ذمہ بیت المال کا حساب تھا۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہاں وقت اور جگہ کی اہمیت بے معنی تھی۔ یعنی میں باآسانی ان لوگوں کو دیکھ سکتا تھا جو مجھ سے قبل اور میرے بعد انتقال کرچکے تھے، یا پھر کسی سے بات چیت کیے بغیر ہی جان لیتا تھا کہ اُسے کیا پریشانی ہے۔ یہاں ایک جھلک اور ایک لمحہ میں تمام حقیقتوں کو سمجھا جاسکتا تھا۔ برزخ میں ایسے لوگوں کی بہتات تھی جو بیت المال میں رشوت، غبن اور چوری جیسے گناہ کرتے رہے تھے۔ اب انہیں ملک کی پوری عوام حتیٰ کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، سے بخشش طلب کرنا تھی۔

میرے نامہ اعمال کی موٹی سی کتاب کے ایک صفحہ پر ایک عنوان میرے لئے لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر میں خوفزدہ ہوگیا۔ مجھے یاد آیا کہ ایک سپاہی اپنی ریٹائرمنٹ کے وقت میرے شعبہ میں آئے اور شیلف پر چند کتابیں رکھ دیں۔ انہوں نے کہا

تھا کہ کتابیں یہیں پڑی رہیں تاکہ بعد میں آنے والا عملہ اور سپاہی ان سے استفادہ کریں۔ تقریباً ایک سال تک نائٹ شفٹ کے سپاہی ان کتب سے مستفید ہوتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد میرا تبادلہ دوسرے شعبہ میں ہو گیا، میں اپنے ذاتی سامان کے ساتھ وہ کتب بھی لے گیا۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس شعبہ میں کتب بین افراد کی کمی تھی۔ یہاں صورتحال قدرے مختلف تھی ، عملہ کے پاس اتنی فراغت نہ تھی کہ وہ کتب کا مطالعہ کرتا۔ اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے وہ کتب پچھلے شعبہ میں بھجوادیں۔ جوان نے اِس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتب بیت المال کی تھیں، تم نے انہیں بلااجازت منتقل کیا تھا۔ اگر تم ان کو پچھلے شعبہ میں واپس نہ بھجواتے تو تمہیں تمام عملہ اور سپاہی جنہوں نے مستقبل میں اُسی شعبہ میں آنا تھا، سے معافی مانگنی پڑتی۔ یہ بات سن کر میں واقعی ڈر گیا کیونکہ میں تو ان کتب کو نئے شعبہ میں بڑی نیک نیتی سے لایا تھااور میں نے ان سے ذاتی استفادہ بھی نہیں کیا تھا، اور گھر کی بجائے دوسرے شعبہ میں لے کر گیا تاکہ دوسرے لوگ زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ خدا اُن لوگوں کو بچائے جو بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ لیتے ہیں۔ اسی حالت میں اپنے عملہ کے ایک ساتھی کو دیکھا جو ایک مخلص و مومن انسان تھے، انہوں نے اخراجات کی مد میں ایک خطیر رقم کمانڈر سے لی تھی تاکہ شعبہ کیلئے ضروری اشیاء اور سامان لاسکیں۔ انہوں نے یہ رقم دفتر کی تجوری میں رکھنے کی بجائے اپنی جیب میں ڈال لی۔ اگلے ہی دن کار ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اب مجھے عالمِ برزخ میں دیکھ کر میرے پاس آئے اور کہا:

”میرے گھر والوں نے بیت المال کی امانت کو میری ذاتی رقم سمجھ کر خرچ کر دیا ہے۔ خدارا اُن کے پاس جاؤاور کہو کہ وہ یہ رقم متعلقہ شخص کو لوٹادیں کیونکہ میں یہاں بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔ خدا کیلئے میرا یہ کام کردو۔“

اب مجھے سمجھ آئی کہ ہمارے علماء کرام بیت المال کے معاملہ میں اتنے حساس کیوں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ موت بتا کر نہیں آتی۔ (میں نے بعد میں اس شخص کا پیغام اس کے خانوادے کو پہنچا دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اِس بات کا علم مجھے عالمِ برزخ میں ہوا۔) بہرحال خانوادے نے وہ رقم لوٹادی۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت سے نقل ہوا ہے کہ جس دن آپ ﷺ خیبر کی سرزمین سے نقل کر رہے تھے، اچانک ایک تیر آپؐ کے ایک صحابی کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ دیگر اصحاب نے کہا جنت تم پر گواہ ہو۔ جب رسولِ خدا ﷺ کو یہ خبر ملی تو اصحاب سے فرمایا:

”میں تم لوگوں کی بات سے متفق نہیں کیونکہ اِس صحابی نے جو عبا اوڑھ رکھی تھی، وہ بیت المال کی تھی اور اس نے بغیر اجازت کے وہاں سے اٹھائی تھی۔ یہ عبا روزِ قیامت آگ کی صورت اسے اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔“

ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے دو جوتوں کے تسمے وہاں سے بغیر اجازت کے اٹھائے تھے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

انہیں وہیں پر رکھ دو ورنہ قیامت کے دن آگ بن کر تمہارے پاؤں سے لپٹ جائیں گے۔ (فروغِ عبدیت ج۲ ص۲۶۱)

# باب نمبر ۱۴:

ایام کے اعمال کی حساب رسی کا دن میرے لئے یادگار بن گیا کیونکہ عالمِ برزخ میں اعمال کی باطنی حقیقت اور وجہ کو سمجھا جا سکتا تھا۔ جس چیز کو اُس دنیا میں قسمت تصور کیا جاتا ہے، اِس عالم میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں تمام واقعاتِ زندگی کچھ وجوہات کے توسط سے واقع ہوتے ہیں۔

جوانی کے دور میں سپاہ کے کیمپ میں دن بھر کلاسز ہوتی تھیں۔ آپ کیلئے یہ تصور کرنا محال ہو گا کہ میں اپنے دستہ کے ساتھیوں کو کس قدر تنگ کرتا تھا۔ اکثر نوجوان تھکاوٹ کے باعث جب سو جاتے تو میں اور میرا ایک دوست انہیں تنگ کر کے جگا دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمیں ایک الگ خیمہ میں رکھا گیا۔ کیمپ کی دوسری شب بھی ہم نے ساتھیوں کو تنگ کیا اور جلدی سے اپنے خیمہ کی طرف لپکے تاکہ سو سکیں۔ (عالمِ برزخ میں احساس ہوا کہ دوسروں کو تنگ کرنے کی غیر اخلاقی عادت نے کئی نیک اعمال اور ان کا ثواب ضائع کر دیا) رات کے آخری پہر میں خیمہ میں داخل ہوا تو دیکھا ایک شخص میری جگہ پر سو رہا ہے۔ میں نے اپنے لئے ایک تکیہ اور کمبل مخصوص کر رکھا تھا اور اچھا بستر بھی تیار کیا ہوا تھا۔ مجھے لگا کہ شاید میرا کوئی دوست تنگ کرنے کی خاطر بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ میں نے جوتوں سمیت سوئے ہوئے شخص کو لات رسید کی۔ اچانک دیکھا کہ قبلہ صاحب جو تربیتی کیمپ کے پیش امام تھے، اُٹھ کر بیٹھے اور اپنے پہلو کو سہلاتے ہوئے فریاد کی کون ہے، کیا ہوا؟ میں ڈر گیا اور فوراً خیمہ سے باہر آیا۔ کافی دیر بعد پتہ چلا کہ ان کے سونے کا کہیں اور انتظام نہ ہو سکا تو لڑکوں نے مجھے تنگ کرنے کیلئے قبلہ صاحب سے کہا کہ یہ خیمہ خاص طور پر ان کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو دو لاتیں بہت بری طرح رسید کی تھیں، ان کا ایک ہاتھ دل اور دوسرا پہلو پر تھا۔ انہوں نے مجھے بددعا دی:

”اللہ کرے تمہارا پاؤں ٹوٹ جائے، میں نے ایسا کیا کیا تھا جو تم نے مجھے لات رسید کی؟" میں نے آگے بڑھ کر ان سے معافی مانگی: ”مولانا صاحب! مجھ سے غلطی ہو گئی، مجھے معاف کر دیں۔ میں سمجھا کوئی اور صاحب سو رہے ہیں، مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے فوجی جوتے پہن رکھے ہیں اور ان کی وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف اٹھانا پڑے گی۔“ الغرض میں نے اُس رات اُن سے بہت معافی مانگی

اور اظہارِ شرمندگی کے طور پر ان سے رات اپنے خیمہ میں ہی بسر کرنے کی درخواست کی اور خود گاڑی میں سونے کا ارادہ کیا، پھر ان سے اجازت طلب کر کے خیمہ میں اپنا تکیہ لینے داخل ہوا۔ جونہی تکیہ اٹھایا تو ٹارچ کی روشنی میں ایک بڑا سا بچھو اپنے ہاتھ کے پاس دیکھا۔ امام صاحب بھی اُسی لمحہ خیمہ میں داخل ہوئے۔ میں نے بچھو کو مار دیا۔ انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کی جان بچائی لیکن پہلو میں تکلیف کی شکایت بھی کی۔ رات میں نے گاڑی میں بسر کی اور صبح تربیتی کیمپ کے اختتام پر گھر روانہ ہو گیا۔ اُسی دن کلب میں مارشل آرٹ کی پریکٹس کے دوران میرے پاؤں کا فریکچر ہو گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات میرے نامہ اعمال میں تفصیل سے درج تھے۔ میز کی دوسری طرف کے جوان نے کہا: "اس بچھو کو حکم تھا کہ تمہاری جان لے لے لیکن اسی دن تم نے صدقہ دیا تھا، جس کی وجہ سے تمہاری موت مؤخر ہو گئی۔" اس وقت صدقہ دینے کا منظر مجھے دکھایا گیا۔ اس دن سہ پہر کے وقت میری بیگم نے مجھے فون کیا اور پڑوس کے ایک گھر کی شدید مالی مشکلات کے بارے میں بتایا، اور یہ کہ ان کے ہاں کھانے کو بھی کچھ نہ تھا۔ اس نے میری بچت کے پیسوں سے ان کی مدد کرنے کی اجازت مانگی، میں نے بیگم کو یاد دلایا کہ یہ پیسے نئی موٹر سائیکل خریدنے کیلئے محفوظ کر رکھے تھے لیکن پھر میں نے اجازت دے دی کہ جتنے چاہو پیسے دے دو۔

جوان نے کہا: "اس صدقہ نے تمہاری موت کو مؤخر کیا اور جن بزرگ کو تم نے اذیت دی، اگرچہ ان کو یہ لات تم سے پڑنی ہی تھی لیکن ان کی بددعا سے تمہارا پاؤں بھی ٹوٹ گیا۔" اس کے بعد جوان نے سورہ فاطر کی آیت ۲۹ کی تلاوت کی:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ

یقیناً جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی ہے اور جو کچھ ہم نے بطور رزق دیا ہے۔ اس میں سے ہماری راہ میں خفیہ اور اعلانیہ خرچ کیا ہے، یہ لوگ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کسی طرح کی تباہی نہیں ہے۔

اور جیسا کہ ایک حدیث میں امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں:

صدقہ انسان سے ستّر بلاؤں کو دُور کرتا ہے اور نیز بری موت کو انسان سے دُور کرتا ہے، کیونکہ صدقہ دینے والا ہرگز بُری موت کے ذریعہ سے دنیا سے نہیں جاتا۔ (المیزان ج ۲ ص ۴۲۰)

ایک اہم نکتہ:

جو ان کے مطابق صدقات، صلہ رحمی، نماز باجماعت، زیارت اہل بیت علیہم السلام، دینی محافل میں حاضری اور ہر وہ عمل جو رضائے الٰہی کیلئے میں نے انجام دیا، میری عمر میں سے اس کا حساب نہیں ہوا اور یہی میری درازی عمر کی وجہ تھی۔

# باب نمبر ۱۵:

اکثر و بیشتر لوگ یہ بات کہ کسی کی پریشانی کو کیسے دور کیا جائے، نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر انسان اِس مقصد کیلئے ایک چھوٹا سا قدم اُٹھائے تو وہ اس کے اثرات اِس دنیا اور عالم بالا میں بھی دیکھ سکتا ہے یا دیکھے گا۔ میں نے اپنے اعمال کی حساب رسی کے دوران دیکھا کہ بعض چیزیں میرے لئے بہت حیران کن تھیں۔ مثلاً اگر ایک شخص نے کسی جگہ کا پتہ مجھ سے پوچھا، میں نے اس کی درست انداز میں رہنمائی کی اور وہ مجھے دعا دے کر چلا گیا۔ اُس شخص کی دعا کا نتیجہ واضح طور پر میرے اعمال نامہ میں نظر آرہا تھا۔ وہ یہ کہ جب کبھی رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی مشکل حل کرنے کیلئے قدم اٹھایا تو اس کی تاثیر معمول کی زندگی میں بھی محسوس ہوئی۔ اگر ہم بے تو جہی یا سر سے بوجھ اتارنے کیلئے بس اتنا کہیں کہ اچھا ہوا، ایسا ہو گیا یا پروردگار کا شکر کہ اس سے زیادہ برا نہیں ہوا تو یہ ان لوگوں کی دعائے خیر کا نتیجہ ہے جن کی مشکلات ہم نے حل کی ہوئی ہوتی ہیں۔

میں روزانہ دفتر ہائی وے کے ذریعہ جاتا تھا، اگر راستے میں کسی شخص کو کھڑا ہوا دیکھتا تو اسے لفٹ دے دیتا۔ ایک دن بارش کی وجہ سے موسم خراب تھا۔ ایک بوڑھی عورت ہاتھ میں سامان لئے سواری کا انتظار کر رہی تھی۔ نجی سواریاں اِکا دُکا دکھائی دے رہی تھیں۔ میں تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا اور میرے لئے گاڑی کو روکنا خطرناک تھا لیکن ان خاتون کیلئے میں نے گاڑی روکی اور ان کو بٹھالیا، ان کے سامان پر بھی کیچڑ لگا ہوا تھا لیکن میں نے انہیں کچھ نہ کہا۔ وہ خاتون دورانِ سفر میرے مرحومین کے حق میں دعا اور صلوۃ پڑھتی رہیں۔ اترتے ہوئے کرایہ دینے لگیں تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر دینا چاہتی ہیں تو میرے مرحومین کے حق میں صلوۃ کا ہدیہ دیں۔ اب میں نے عالم بالا میں اپنے رشتہ داروں اور مرحومین کو دیکھا تو انہوں نے بوڑھی خاتون کے اِس ہدیہ (صلوۃ) کیلئے میرا بہت شکریہ ادا کیا۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ صلوۃ اور ذکر دونوں معجزہ کا کام کرتے ہیں۔ ان میں جو خیر و برکت مخفی ہے اس کا اندازہ اِس عالم میں آنے کے بعد ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

کسی مومن کی گرہ کشائی یا پریشانی کو دور کرنا ستّر بار خانہ خدا کے حج سے بہتر ہے۔

اس عمل کے ثمرات و برکات عالمِ بالا میں بہت قریب سے محسوس ہوتے ہیں جب کہ اس کے اثرات زندگی میں کہیں زیادہ نظر آتے ہیں۔ یعنی اگر انسان خود کو دوسروں کی وجہ سے سختیوں میں ڈالے تو اِسی دنیا میں اس کے زیادہ تر اثرات دیکھ لیتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ کالج کے ایام میں قرآن کی محفل، عزاداری و مجالس یا بسیج کا دفتر ہو، میں کئی دفعہ ان جگہوں پر رات سے صبح تک قیام کرنے کے بعد کالج جاتا۔ کالج کے ایک جوان نے بسیج میں شمولیت اختیار کی، وہ بہت پر کشش اور سادہ مزاج تھا۔ ایک رات بسیج کی سرگرمیوں سے فارغ ہو کر ٹائم دیکھا تو فجر ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا، سب دوست اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میں دارالقرآن کے ایک کمرے میں تہجد پڑھنے لگا، وہی نوجوان کمرے میں آ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے حیرت سے پوچھا کہ کیا ہوا! اُس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون سی نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے اُسے نماز شب اور اس کی فضیلت کے بارے میں مختصراً بتایا۔ نوجوان نے نماز شب سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، میں نے اسے پڑھنے کا طریقہ بتایا تو اُس نے فوراً نماز شب ادا کی۔ نہ جانے وہ مجھے کچھ ڈرا ہوا سا لگ رہا تھا۔ فجر کی نماز ادا کر کے ہم دونوں مسجد سے ایک ساتھ باہر آئے، میں نے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی اور ایک دینی بھائی کی حیثیت سے مدد کی پیشکش بھی کی۔ اُس نے بتایا کہ مسجد کے پاس ایک جوان تھا جو اسے اپنے گھر لے جانے کی دھمکی دے رہا تھا اور آدھی رات تک اس کا منتظر رہا، اسی لئے اس نے مسجد میں آ کر پناہ لی تھی۔ میں نے اس کی نشاندہی پر اس جوان کو سخت دھمکی دی، پھر دوبارہ وہ جوان مسجد کے پاس نظر نہیں آیا۔ اِس نوجوان سے میری دوستی ہو گئی اور اہلِ مسجد میں سے ہو گیا۔ اگر چہ اس کی ہدایت و رہنمائی میں مجھے بہت وقت لگا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب اس کا شمار محلہ کے مومنین میں سے تھا۔

کچھ عرصہ بعد میرے دوست سپاہ پاسداران میں بھرتی ہونے گئے۔ وہاں منتخب ہونے میں چھ ماہ کا وقت لگتا ہے لیکن میرا انتخاب ایک ہفتہ میں ہو گیا۔ میرے دوست سمجھے کہ میں سفارش کے ذریعہ بھرتی ہوا ہوں لیکن.... عالمِ برزخ میں مجھے بتایا گیا جو زحمت میں نے اس نوجوان کیلئے اٹھائی تھی، اس کی وجہ سے میرے منتخب ہونے میں بہت کم وقت لگا۔ اگر چہ یہ دنیاوی اجر تھا لیکن اس کا اُخروی اجر، نامہ اعمال میں محفوظ ہے۔ یہاں تک کہ میری با آسانی شادی ہو جانے اور پر سکون ازدواجی زندگی گزرنے کی وجہ بھی وہ تمام کارِ خیر تھے جو میں نے انجام دیے۔

میں نے سنا ہے کہ ادنی ترین کام جو محض خدا کی رضا کیلئے انجام دیا گیا ہو، وہ بارگاہِ خدا میں اس قدر قیمتی ہو جاتا ہے کہ انسان اس کے انجام نہ دینے پر حسرت میں مبتلا ہو جائے۔ میری زوجہ اسکول ٹیچر تھی، نے بتایا کہ اس کے اسکول میں ایک نوجوان بچی تھی جو بے حد کمزور تھی اور چند بار اسکول میں بے ہوش بھی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے طور پر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ ایک یتیم بچی تھی جس کا کوئی سرپرست نہ تھا۔ میں نے بیگم کو ساتھ لیا اور اس کے گھر پہنچا۔ اُس کا گھر شہر کے کونے میں تھا اور ایک ہی کمرے پر مشتمل تھا، کمرے میں فرج اور چولہے کے علاوہ اور کوئی سہولت نہ تھی۔ بچی کے والد کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے تھے اور وہ اپنی ماں کے ساتھ یہاں رہتی تھی۔ میں پانی پینے کے بہانے فرج کی طرف بڑھا، دیکھا تو اس میں کچھ نہ تھا۔ میں افسردہ ہو گیا کیونکہ میرے مالی حالات اتنے مستحکم نہ تھے کہ ان کی مدد کرتا، سوچنے لگا کہ خدایا اب کیا کروں۔ میرے ذہن میں اپنی خالہ کا خیال آیا کہ ان سے رجوع کروں۔ وہ ایک شہید مومن کی بیوہ ہونے کے ساتھ ساتھ مخیر بھی تھیں۔ خالہ کو ان کے گھر لایا، انہوں نے قریب سے اس بچی کے حالات کو دیکھا۔ میں نے بھی حسبِ استطاعت ان کی مدد کی اور چند گرم کپڑے خرید کر دیے۔ خالہ رات میں کھانے پینے کے سامان کے ساتھ آئیں اور ان کا فرج بھر دیا۔ وہ اگلے چند ماہ تک ان دونوں کی مدد کرتی رہیں۔

عالمِ برزخ میں نامہ اعمال میں اس واقعہ کو دیکھا تو مجھے اپنے خالو نظر آئے، وہ اپنے دیگر دوستوں کے ساتھ بہشتِ برزخ میں رزق حاصل کر رہے تھے:

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ

اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں۔ (آلِ عمران:۱۶۹)

وہ میرے دوست کی طرح تھے، مجھے دیکھ کر آگے بڑھے اور اپنی آغوش میں لینے کے بعد میرا بوسہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے میرا بے حد شکریہ ادا کیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ تمہیں خدا کی طرف سے ایک یتیم بچی کی مدد کی توفیق ملی اور تم نے میری زوجہ کو بھی اس توفیق میں شامل کیا، تم نہیں جانتے کہ کیا کیا خیر و برکات تمہیں اور میری زوجہ کو نصیب ہوئی ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ لوگوں کی مشکل کشا کرنے والے کی بہت سی دنیوی و اُخروی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی وہ نورانی حدیث یاد آگئی جس میں انہوں نے فرمایا:

اگر کوئی اپنے مومن بھائی کی ایک حاجت پوری کرے تو پروردگار اس کی ایک لاکھ حاجات پوری کرتا ہے، جن میں سے ایک جنت ہے اور اس کے رشتہ داروں کو جنت بھیجتا ہے۔ (الکافی: ج۲ ص ۳)

## باب نمبر۱۶:

# نامحرم پر نگاہ کرنا

نامحرم کے ساتھ رابطہ رکھنے کے بارے میں بہت سی ہدایات سن رکھی تھیں۔ مثلاً تنہائی میں نامحرم مرد و عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے، یا جب کوئی جوان اللہ کی طرف حرکت کرتا ہے تو شیطان جنسِ مخالف کو ہتھیار بنا کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔ کہیں اور بیان ہوا ہے کہ فارغ وقت میں شیطان ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے۔ میرے بہت سے مذہبی دوست نامحرموں سے معاشرت کرنے کی وجہ سے شیطانی وسوسوں کا شکار تھے، اور اسی وجہ سے انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن یہ معاملہ صرف مرد حضرات سے مخصوص نہیں، خواتین بھی نامحرموں سے روابط کے نتیجہ میں مصیبت اٹھاتی ہیں۔ مجھے سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا وہ قول بہت اچھی طرح سمجھ میں آیا ہے جس میں آپ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

عورت کیلئے سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اسے دیکھے۔ (اعیان الشیعہ: ج۱ص۳۲۲)

خدا کا شکر ہے کہ جوانی کے آغاز سے ہی میرے پاس فارغ وقت نہ تھا کہ میرا ذہن ایسے موضوعات میں الجھتا، اسی لئے جلد شادی کی راہ بھی ہموار ہو گئی۔ لیکن میرے نامہ اعمال میں ایک ایسا موضوع تھا جو بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

جب موبائل فون آیا تو شروع کے چند سالوں میں، میں اپنے دوستوں کو میسجز میں مزاحیہ لطیفے بھیجا کرتا تھا۔ اس وقت سماجی رابطہ کے دوسرے ذرائع جیسے واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور فیس بک وغیرہ متعارف نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے سِم میسجز بھیجنے کا ہی رواج تھا۔ میرے دوست بھی جوابی لطیفے بھیجا کرتے تھے۔ مجھے ایک نامعلوم شخص عشقیہ لطیفے بھیجتا اور میں جواب میں مزاحیہ میسجز کا تبادلہ کرتا۔ ایک دو بار میں نے اسے فون کر کے اس کی شناخت جاننے کی کوشش کی لیکن اس نے میرا فون نہیں اٹھایا۔ ایک بار میں نے گھر کے لینڈ لائن نمبر سے اسے کال کی، اس نے میرا فون اٹھالیا۔ اس سے قبل وہ کوئی بات کرتا، میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی نامحرم خاتون ہے۔ میں نے فوراً فون بند کیا اور اس دن کے بعد اس کے بھیجے ہوئے کسی میسج کا جواب نہ دیا۔ میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے جوان سے میں تفصیلی گفتگو کر چکا تھا، انسان کے اعمال اور کردار کے بارے میں انہوں نے کئی مثالیں پیش کیں۔ اسی طرح وہ

مجھے میرا نامہ اعمال دکھا رہے تھے تو کہا: نامحرم کی طرف نگاہ کرنا اور اس سے رابطہ رکھنا، انسان کی روحانی ترقی میں بڑی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ کیا تم نے سورہ نور کی آیت ۳۰ میں نہیں پڑھا کہ:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ

ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ

اور پیغمبر علیہ السّلام آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

کہ یہی زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بیشک اللہ ان کے کاروبار سے خوب باخبر ہے۔

امام جعفر صادقؑ اپنی نورانی حدیث میں فرماتے ہیں:

نامحرم کی طرف حرام نگاہ کرنا، شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک ہے۔

جو شخص رضائے الٰہی کیلئے اِس حرام فعل کو چھوڑ دے، پروردگار اسے اطمینان اور ایمان عطا کرتا ہے۔

پھر کہا: ''اگر تم وہ فون بند نہ کرتے تو ایک سنگین گناہ تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا اور تمہیں اس کا سنگین ازالہ کرنا پڑتا۔'' جوان نے جب میرے جذبہ شوقِ شہادت دیکھا تو ایک جملہ کہا جسے سُن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ بولا: ''اگر تمہارے اندر موجود جذبہ شہادت کی وجہ سے تمہاری شہادت لکھ دی گئی ہے تو ہر حرام نگاہ ڈالنے کی وجہ سے وہ شہادت چھے ماہ مؤخر کر دی جاتی ہے۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب خواتین کا کیمپ لگ رہا تھا تو کمانڈر نے مجھے خواتین کیمپ میں کھانا پہنچانے اور تقسیم کرنے کا ذمہ دار بنایا۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی میں مرد سپاہیوں کو شامل کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ میں دن میں تین بار گاڑی کے ساتھ کیمپ جا کر خواتین کو کھانا دیتا، اس دوران میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ پہلی رات کیمپ میں آخری لڑکی جب کھانا لینے آئی اور اس نے محسوس کیا کہ آس پاس کوئی نہیں تو بہت گرم جوشی سے مجھے سلام کیا اور میرا حال احوال پوچھا۔ میں نے سر جھکا کر صرف سلام کا جواب دیا۔ دوسرے دن وہ ہنستی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس سے پہلے کہ میں کیمپ سے کھانے کے برتن لے کر باہر نکلتا، اُس نے مجھ سے چند باتیں کیں جن میں ایک نازیبا بات بھی تھی۔ وہ مسکرائی لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔ المختصر یہ کہ جب بھی اِس

کیمپ کی طرف آیا،اس لڑکی کے شیطانی رویہ سے روبرو ہونا پڑا۔ لیکن پروردگار کی عنایت تھی کہ میں نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ سنا تھا کہ قرآن اس قسم کی خواتین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ

یہ تم عورتوں کی مکاری ہے تمہارا مکر بہت عظیم ہوتا ہے۔ (سورہ یوسف:۲۸)

حساب رسی کے وقت جب اس کیمپ کا عمل پیش ہوا تو میز کی دوسری طرف کے جوان نے کہا: ”اگر اس لڑکی کے مکر اور حیلہ میں پھنس جاتے تو اپنی عزت اور ملازمت کے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی گنوا دیتے۔ بعض اعمال کے ناخوش آئند اثرات انسان کے معمولاتِ زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں۔“

میرے عملہ کے ایک ساتھی جو ایک شہید کے فرزند تھے، میرے بہت اچھے دوست بھی ہیں،ہمارا آپس میں مذاق چلتا رہتا تھا۔ ایک دن مجھے کہنے لگے اگر تم اپنے دوست کی والدہ سے شادی کر لو تو تمہارا دوست تمہارا بیٹا بن جائے گا۔ اُس دن کے بعد ہماری جھجھک ختم ہو گئی۔ اب میں اس دوست کو بیٹا کہ کر پکارتا اور جب کبھی اُس کے گھر جاتا تو اُس کی والدہ کو دیکھ کر ہم دونوں ہنس پڑتے۔ اب اس وادی برزخ میں اسی دوست کے شہید والد میرے سامنے آئے اور مجھے غصہ سے کہا کہ تمہارا کیا حق بنتا تھا کہ ایک نامحرم خاتون کے بارے میں اِس طرح کا مذاق کرو۔

# باب نمبر ۱۷:

میں نے اِس صحرا میں دکھائے جانے والے واقعات میں بعض مرحوم رشتہ داروں اور جاننے والوں کا بھی دیدار کیا۔ ان میں سے ایک میرے چچا بھی تھے۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے، وہ ہاسپٹل میں بھی آپریشن کے دوران میرے ساتھ کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے باغ میں ہیں۔ میں نے پوچھا: "چچا جان! یہ خوبصورت باغ آپ کو کس عمل کے بدلہ میں ملا ہے؟" کہا: "میں اور تمہارے والد بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، تمہارے دادا نے میراث میں ایک بڑا باغ چھوڑا تھا۔ ایک شخص آیا اور طے پایا کہ وہ ہمارے باغ میں کام کرے گا اور باغ سے جو بھی نفع حاصل ہوا وہ ہماری والدہ کو دے گا۔ لیکن اس نے چند لوگوں سے مل کر بغاوت کی اور وہ باغ ہم سے چھین لیا، پھر ان سب نے باغ بیچ کر رقم آپس میں تقسیم کر لی۔ اُن میں سے کسی کی بھی عاقبت بخیر نہیں ہوئی، وہ سب برزخ میں پھنسے ہوئے ہیں کیونکہ مالِ یتیم کے ساتھ ظلم کیا۔ جو باغ دنیا میں ہم سے چھین لیا گیا تھا، اس کے بدلہ میں ہمیں یہ باغ دیا گیا ہے تاکہ اللہ کی مدد سے اپنے اصلی باغ کی طرف جائیں۔" پھر باغ کے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے: اس باغ کے دو دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ تمہارے والد کیلئے ہے۔ وہ عنقریب کُھل جائے گا۔ انشاءاللہ!" چچا کے باغ کے قریب ایک اور باغ تھا جس کے اندر کی ہریالی بے مثال تھی۔ یہ باغ ہمارے ایک رشتہ دار کا تھا، انہوں نے ایک بہت بڑا وقف کا کام کیا تھا جس کے نتیجہ میں انہیں یہ باغ ملا۔ میں اس باغ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک پورا باغ جل کر راکھ میں تبدیل ہو گیا، میرے رشتہ دار بڑی حسرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ میں نے اُن سے باغ کے جلنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ یہ بلاو مصیبت میرے بیٹے کی وجہ سے مجھ پر پڑی ہے جو اجازت نہیں دیتا تھا کہ اس وقف شدہ زمین کی خیرات یا ثواب مجھ تک پہنچے۔ انہوں نے یہ بات پھر دہرائی تو میں نے پوچھا اب کیا کرنا ہوگا؟ وہ بولے: "تھوڑا عرصہ تو لگے گا کہ اس خیرات و ثواب کے نتیجہ میں میرا باغ آزاد ہو! لیکن ڈر ہے کہ میرا بیٹا اسے تباہ نہ کر دے۔" میں جانتا تھا کہ انہوں نے یہ زمین وقف کر رکھی ہے اور ان کا نااہل و ناخلف بیٹا کیا کرتا ہے، لہٰذا میں نے اس موضوع پر مزید بات نہیں کی۔

یہاں (عالمِ برزخ میں) ہمارے پاس اختیار تھا کہ جہاں چاہیں جائیں اور جو چاہیں دیکھیں۔ ارادہ کرتے ہی اپنی مطلوبہ منزل تک پہنچ جاتے، بغیر کسی توقف کے! میرے پھوپھی زاد بھائی جو دفاعِ مقدس میں جامِ شہادت نوش کر چکے تھے، میں ان کے مقام و منزلت کو دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ خواہش کرتے ہی میں ایک خوبصورت باغ میں داخل ہو گیا۔ (میرے لئے وہاں کے حقائق کو بیان کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ عالمِ بالا، ہماری دنیا سے بالکل مختلف ہے اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے اس عالم کی خوبصورتی کو بیان کر سکوں۔ مثلاً اگر کسی شخص نے شمالی ایران کے دریا اور جنگل نہیں دیکھے تو اس کا ذہن اس جگہ کے بارے میں تصور نہیں کر سکتا، اور اگر اس کے سامنے وہاں کی تصویر کشی کی جائے تب بھی اس کا ذہن خالی رہے گا۔ میری بیان کردہ رُوداد بھی ایسی ہی ہے لیکن میری کوشش ہو گی کہ اس کی تصویر کشی اس انداز میں کروں کہ پڑھنے والے کے ذہن میں اس سے ملتا جلتا خاکہ بن جائے۔) اس باغ کی انتہا نظروں سے اوجھل تھی۔ میں سبزے کے درمیان سے گزر رہا تھا جو بہت نرم اور خوبصورت تھا، فضا پھولوں کی خوشبو سے معطر تھی اور وہاں ہر طرح کا پھل دار درخت موجود تھا۔ درختوں کے پھل انتہائی چمکدار تھے۔ میں سبزے پر لیٹ گیا، یوں لگا جیسے نرم پَروں سے بنا ہوا بستر ہو۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اور نہر کے پانی کی آواز کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ میرے لئے یہ منظر بیان کرنا ممکن نہیں۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو کھجور سے بھرا ہوا درخت نظر آیا۔ خیال آیا کہ نہ جانے یہاں کی کھجور کا ذائقہ کیسا ہو گا، اچانک درخت نیچے جھکا اور میں نے کھجور کی ایک شاخ توڑ لی۔ کھجور کا ذائقہ چکھنے پر بے حد لذیذ محسوس ہوا۔ اگر ہم اپنی دنیا میں حد سے زیادہ میٹھی چیز کھائیں تو منہ کا ذائقہ خراب محسوس ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل اُلٹ تھا، کھجور جتنی زیادہ میٹھی تھی، اتنی ہی لذیذ تھی! میں اپنی جگہ سے اُٹھا تو سبزہ سمٹ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ آگے بڑھا تو نہر نظر آئی۔ عموماً ہم نہر کے کنارے پر کیچڑ دیکھتے ہیں اور اس سے بچ کر چلتے ہیں کہیں پاؤں گندے نہ ہو جائیں، لیکن اس نہر کا کنارا موتیوں کی طرح چمک رہا تھا۔ نہر کا پانی اس قدر شفاف تھا کہ اس کی تہ تک سب صاف نظر آ رہا تھا۔ دل چاہا کہ نہر میں کود جاؤں لیکن اپنے پھوپھی زاد کا خیال آیا کہ کہیں اس سے ملاقات رہ نہ جائے۔ نہر کے دوسری طرف ایک حسین و جمیل سفید محل تھا جو بہت بڑا تھا۔ اس کی خوبصورتی ناقابلِ بیان ہے۔ دنیا کے محلات سے یکسر مختلف! جیسے برف سے بنا ہوا ہو۔ میں نے بچپن میں کارٹون مووِیز میں ایسے محل دیکھے تھے۔ محل کی دیواریں نورانی تھیں۔ میں محل تک پہنچنے کیلئے کوئی پُل تلاش کرنے لگا لیکن مجھے احساس ہوا کہ میں پانی پر باآسانی چل سکتا ہوں۔ میں اِسی طرح نہر پار کر کے محل تک پہنچ گیا۔ قریب سے محل کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ جب پھوپھی زاد سے بات ہوئی تو اُس نے بتایا کہ وہ اہلِ بیت علیہم السلام کا ہمسایہ تھا اور یہ کہ اُسے آئمہ معصومین علیہم السلام سے ملاقات کی اجازت تھی۔ یقیناً یہ برزخی جنت کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی۔ علاوہ ازیں وہ اپنے شہید احباب اور رشتہ داروں سے بھی ملاقات کو جا سکتا تھا۔

## باب نمبر ۱۸:

سن ۲۰۰۹ میں ماہِ رجب کے اختتام اور ماہِ شعبان کے آغاز پر مکہ و مدینہ کا زائر بننے کی توفیق نصیب ہوئی۔ اعمال کے اختتام پر مسجد الحرام میں اُس جگہ پہنچا جہاں کاروان والوں نے جمع ہونا تھا۔ کاروان کے ساتھ آئے ہوئے عالمِ دین نے مجھے کہا: ”قافلہ کی تین خواتین آگئی ہیں۔ آپ زحمت اُٹھائیں اور ان تینوں خواتین کو طواف کیلئے لے جائیں اور انہیں واپس لانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔“ اگرچہ میں تھکا ہوا تھا لیکن راضی ہو گیا۔ خواتین میری طرف آئیں، جونہی میری نظر اُن پر پڑی میں نے سر جھکا لیا۔ میرے پاس احرام کی ایک اضافی چادر تھی، میں نے چادر کا ایک سِرا خود پکڑا اور دوسرا سِرا ان کے ہاتھ میں دیا اور انہیں بتایا کہ مجھے دورانِ طواف پیچھے مُڑنا نہیں ہو گا۔ ماہِ رجب کی وجہ سے مطاف میں بہت ہجوم تھا۔ وہ خواتین اس چادر کے ذریعہ میرے پیچھے رہیں اور یوں ایک دو گھنٹہ کی مشقت کے بعد میں مقررہ جگہ تک پہنچا اور ان کے اعمال مکمل کروا دیے۔ اس دوران میں نے ان خواتین کو دیکھا، نہ انہیں مخاطب کیا۔ ان کو طواف کرانا میری ذمہ داری نہ تھی لیکن میں نے صرف رضائے الٰہی کی خاطر یہ کام کیا۔ جن دنوں ہم مکہ میں رُکے ہوئے تھے، کاروان کے کئی لوگ بازار جاتے تھے لیکن میں نے اس وقت سے استفادہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ کا کئی بار طواف کیا۔ میں نے پہلے رہبرِ معظم اور پھر شہداء کی نیت سے طواف کیا۔ المختصر میں نے اس تمام وقت کو روحانیت اور معنویت کے حصول میں صَرف کیا۔ جب اعمال کا حساب ہو رہا تھا تو میز کی دوسری طرف بیٹھے جوان نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”وہ خالصانہ طواف جو تم نے اُن خواتین کے ساتھ انجام دیا تھا، تمہارے نامہ اعمال میں اس کے بدلہ حجِ واجب کا ثواب لکھ دیا گیا ہے۔“ پھر کہا: ”اور وہ طواف جو تم نے دوسروں کی نیابت میں کیے، ان کا ثواب دو گنا کر کے تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا گیا ہے۔“

ماہِ شعبان کے ابتدائی ایام میں ہم مدینہ روانہ ہو گئے، وہاں زیارات بہت اچھی ہو رہی تھیں، بقیع میں سب لوگ ناخواستہ گریہ کرتے تھے، قافلہ کی روحانی کیفیات ہی کچھ اور تھیں۔ ایک دن صبح کے وقت جب میں بقیع کی زیارت کر رہا تھا، دیکھا کہ وہابی انتظامیہ نے ایک بچہ کے ہاتھ سے کیمرہ لے لیا جو غالباً وہاں کی تصاویر لینا چاہتا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور کیمرہ وہابی انتظامیہ کے شخص

سے لے کر بچہ کو دے دیا۔ میں قبرستان کے آخری حصہ کی طرف چلا گیا، وہاں زیارتِ عاشورا کی تلاوت کرتے ہوئے عثمان کی قبر کی طرف آیا۔ وہابی افسر میرا پیچھا کرتے ہوئے وہاں تک پہنچا اور غصہ سے گھورتے ہوا میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہنے لگا: "کیا کہ رہے ہو تم، لعن کر رہے ہو؟" میں نے انکار کیا اور اسے اپنا ہاتھ چھوڑنے کو کہا لیکن وہ مسلسل چیختا رہا اور لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ اسی لمحہ اس نے میری طرف دیکھا اور مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کیلئے نازیبا لفظ کا استعمال کیا، ارد گرد کھڑے زائرین بھی سن رہے تھے۔ جونہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا، میں نے جائز نہ سمجھا کہ خاموش رہوں اور ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اتنے میں چار اور وہابی افسر آپہنچے اور سب مل کر مجھے مارنے لگے۔ ایک افسر نے میرے کندھے پر زوردار ضرب لگائی جس کی وجہ سے میں کئی ماہ تکلیف میں مبتلا رہا۔ چند زائرین نے مجھے ان کے چنگل سے بچایا اور میں بھاگ نکلا۔ پھر آئندہ کے تمام دنوں میں حرم جاتے ہوئے اپنا چہرہ بسیجی رومال سے ڈھانپ لیا کرتا تھا کیونکہ بقیع میں نصب شدہ سی سی ٹی وی کیمرے میرا چہرہ شناخت کر چکے تھے اور اس بات کا امکان تھا کہ وہ مجھے گرفتار کر لیں۔ میرے لئے یہ سفر بہت یادگار تھا۔ اعمال کی حساب رسی کے وقت بقیع کی لڑائی کا منظر مجھے دکھایا گیا۔ پھر جوان نے کہا: "تم خالصتا مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی محبت میں ان وہابیوں سے لڑے تھے اور جسمانی تکلیف بھی اٹھائی، اس لئے تمہیں مولائے کائناتؑ کے لشکر کے غازی ہونے کا ثواب دیا جاتا ہے اور یہ ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا گیا ہے۔"

# باب نمبر ۱۹:

عالمِ برزخ کے اس مختصر سفر میں شہید و شہادت کے بارے میں میرا نظریہ بدل گیا جس کی وجہ چند رُوداد یں تھیں۔ شہر کے ایک استاد ہمارے محلہ کی مسجد میں بھرپور کوشش کرتے تھے کہ نوجوانوں کو مسجد و مجلس کی طرف رغبت دلائی جائے۔ ان کی یہ کوشش خالص تھی اور مجھے مسجد کی طرف راغب کرنے میں ان کا بڑا کردار تھا۔ ایک مرتبہ یہ مردِ خدا کہیں جارہے تھے کہ سرخ اشارہ توڑنے کے نتیجہ میں ان کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا اور یہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ میں نے عالمِ برزخ میں ان کو شہداء کے درمیان انہی کا ہم رتبہ پایا۔ وہ اچھے اعمال جو انہوں نے مسجد میں انجام دیے اور دینی احکامات پر پابندی کی وجہ سے انہیں شہید کا درجہ ملا۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں انہوں نے ایک شہید جیسی زندگی گزاری تھی، اسی لئے انہیں آخرت میں درجہ شہادت ملا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک سوال تھا کہ ٹریفک اشارہ توڑنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا۔ میرے سوال کے جواب میں انہوں نے وضاحت دی کہ عین اُس وقت ان کو دل کا دورہ پڑا اور ان کی روح پرواز کر گئی جس کی وجہ سے ان کی گاڑی سامنے والی گاڑی سے ٹکرا گئی، اس حادثہ میں ان کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

ایک اور جگہ میری ملاقات اپنے والد کے دوست سے ہوئی جو جنگ کی شروعات میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کی قبر ہمارے شہر کے ''گلزارِ شہداء'' میں تھی۔ لیکن وہ یہاں بری طرح پھنسے ہوئے تھے، ان کو شہید کا درجہ نہیں ملا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ان کو شہداء کے مخصوص تابوت میں دفن کیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہنے لگے کہ میں میدانِ جنگ میں جہاد کی بجائے کمائی اور خرید و فروخت کیلئے گیا تھا، میں سرحدی علاقوں میں مال خریدنے گیا تھا۔ وہاں بم گرائے گئے تو میرا جسم مجاہد شہداء کے ساتھ شہر منتقل کیا گیا، اس لئے سب سمجھے کہ میں شہید ہوں اور مجھے شہادت نصیب ہوئی ہے۔

لیکن شہداء کے بارے میں دیکھے جانے والے موضوعات میں سب سے اہم موضوع میرے کسی پڑوسی کے بارے میں تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں ہائی اسکول میں تھا تو اکثر راتوں میں ہم قرآن کلاسز اور عبادات و مجالس میں مصروف رہتے تھے،

رات کے آخری پہر جب گھر کی طرف لوٹتے تو ایک تنگ و تاریک گلی سے گزر ہوتا۔ میں بچپن سے ہی شرارتی تھا، میں اور میرے ساتھی لوگوں کے گھروں کی گھنٹی بجا کر بھاگ جایا کرتے تھے۔ ایک رات میں باقی دوستوں کی نسبت تھوڑی تاخیر سے مسجد سے باہر آیا۔ جب میرا گزر اندھیری گلی سے ہوا تو دیکھا کہ میرے دوست مجھ سے پہلے ایک گھر کی گھنٹی پر ٹیپ چپکا کر جا چکے ہیں۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی، اسی اثنا میں صاحبِ خانہ جو محلہ کے بسیجی حضرات میں سے تھے، باہر آئے اور ٹیپ کو گھنٹی سے علیحدہ کیا۔ پھر میری طرف دیکھنے لگے۔ چونکہ انہوں نے میری شرارتوں کے بارے میں سُن رکھا تھا، اس لئے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور دھمکی دی کہ میرے والد کو میری شرارت کے بارے میں بتائیں گے۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں بے قصور ہوں لیکن وہ نہ مانے اور مجھے میرے گھر کی طرف لے آئے اور والدِ محترم سے میری شکایت کی۔ اسی رات ہمارے پڑوس میں شادی تھی اس لئے کافی ہجوم تھا۔ والدِ محترم نہایت غصہ میں تھے، انہوں نے سب کے سامنے مجھے خوب پیٹا۔ یہ صاحب چند سال بعد جنگ کے آخری ایام میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ تمام ماجرا جس میں مجھے ناحق سزا ملی، نامہ اعمال میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے میز کی دوسری طرف کے جوان سے کہا کہ میں اس شخص سے اپنا حق کس طرح لے سکتا ہوں جب کہ اس نے جلد بازی میں میرے بارے میں غلط تخمینہ لگایا۔ جوان نے کہا: "ضروری نہیں کہ وہ شخص میرے پاس آئے۔ مجھے اجازت ہے کہ تمہارے اتنے گناہ بخش دوں کہ تم اس بندہ خدا سے راضی ہو جاؤ۔" اتنے میں، میں نے دیکھا کہ میرے نامہ اعمال کے صفحات پلٹے جا رہے ہیں اور ان میں سے گناہ حذف ہو رہے ہیں، جب کہ نیک اعمال باقی رہ گئے۔ میں بہت مسرور تھا کہ تقریباً ایک دو سال کے گناہ میرے نامہ اعمال سے حذف کر دیے گئے ہیں۔ جوان نے پوچھا: "اب راضی ہو؟ میں نے کہا: "بالکل! یہ بہت اچھا ہوا۔" لیکن پھر پشیمانی ہوئی کہ میں تمام عمر کے گناہ حذف کرا لیتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ خیر یہ بھی بُرا نہیں تھا، اتنے میں دیکھا کہ وہ شہید میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ انہوں نے مجھ سے معانقہ بھی کیا جس کی مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ کہنے لگے: "اگرچہ میرا آنا ضروری نہیں تھا لیکن میں نے سوچا کہ قریب آ کر تمہاری رضامندی طلب کروں۔ ویسے تم بھی اپنی پچھلی شرارتوں کی وجہ سے اس رُوداد میں بے قصور نہیں تھے۔"

## باب نمبر ۲۰:

# قاریانِ قرآن

ہمارے حلقہ احباب میں ایک نہایت ذہین دوست تھا جو نوجوانی میں قاری اور حافظِ قرآن بن گیا۔ اچھے اخلاق اور بہترین تعلیمی کارکردگی کی وجہ سے محلہ کے تمام لڑکے اسے اپنا رول ماڈل قرار دینے لگے جبکہ بزرگ افراد اس کی مثال دے کر ہمیں کہا کرتے اے کاش! تم سب بھی اس جیسے ہوتے۔ بعد میں اس دوست نے مفاہیمِ قرآن بھی سیکھے اور یوں ۱۶سال کی عمر میں وہ مکمل استاد بن گیا۔ وہ مسجد کی ہفتہ وار نشست میں ہمیں قرآنی دروس دیا کرتا تھا اور مجھ جیسے جوانوں میں بہت تاثیر رکھتا تھا۔ سکول اور کالج کا دورانیہ ختم ہونے کے بعد وہ کسی دوسرے شہر کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے چلا گیا اور میری بھی جاب لگ گئی، پھر کافی عرصہ تک اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ عالمِ برزخ میں اچانک مجھے قرآن کے ساتھ اُس دوست کا خیال آیا، میں نے دیکھا کہ وہ لوگ جو دنیا میں قرآن سے مانوس تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے، اُن کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ قرآنی آیات کی تلاوت کرتے جاتے تھے اور اُن کا درجہ بلند سے بلند تر ہوتا جاتا تھا۔

اس کے برعکس بے عمل حفاظ و قاریانِ قرآن جنہیں عوام الناس قرآنی احکامات پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے پہچانتے تھے، سخت عذاب میں پھنسے ہوئے تھے۔ خصوصاً وہ لوگ جو بعض قرآنی حقائق کو اہلِ بیت علیہم السلام کے مقام اور ان کی پیروی کرنے کے حوالے سے سمجھ گئے تھے، لیکن عملی میدان میں اِن حقائق کے مدِمقابل کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ میں نے اُس دوست کو اسی کیفیت میں مبتلا دیکھا۔

اُس کیلئے جہنم میں جگہ تیار کر دی گئی تھی جو کہ بہت ہی خوفناک تھی۔ اللہ کسی کو ایسی جگہ نصیب نہ کرے، مجھ پر اس قدر گھبراہٹ طاری تھی کہ کوئی سوال پوچھنے کی ہمت نہ رہی لیکن ایک لمحہ کی توجہ سے پوری روداد سمجھ میں آ گئی۔ اگرچہ وہ بہت سارے قرآنی حقائق کو سمجھ چکا تھا لیکن آسائش طلب مزاج کی وجہ سے اور بعض اساتذہ جو کہ تمام مذاہب کی برابری کے قائل تھے، ان سے متاثر ہو کر اس نے اپنا دین بدل لیا تھا۔

میرے قرآنی دوست نے درست سمت پہچاننے کے باوجود جہنم کا راستہ منتخب کر لیا، یہاں تک کہ اسے محلہ کے بعض نوجوانوں کی گمراہی کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ چونکہ وہ ان کیلئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتا تھا، اس لئے اُس کے دین بدل لینے کی خبر سے نوجوانوں پر بُرا اثر پڑا۔

اُس کے اساتذہ بھی اِس گمراہی اور جہنم کی اُس خوفناک جگہ میں اس کے ساتھ تھے۔ میں نے اس دوست کیلئے جہنم میں بنی ہوئی جگہ دیکھنے کے بعد اُس کے نزدیک مختلف جگہیں دیکھیں، نیز بعض لوگوں پر عذاب ہونے کا منظر کیونکہ میں اُن کے ایمان اور انقلابی ہونے کا سابقہ بخوبی جانتا تھا۔

مثلاً میں نے ایسی سطح والی جگہ دیکھی جو معمول کے مطابق تھی لیکن جب غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ سطح نیزہ یا تلوار کی نوک سے بھری ہوئی تھی جہاں پر چلنا ناممکن تھا، یعنی Hedgehog کی پشت کے مانند تھی، پھر دیکھا کہ کسی شخص کو دُور سے لے کر آرہے ہیں، جس کے پیروں کو باندھ کر اُلٹا لٹکایا ہوا تھا اور اس کے جسم کو اس سطح پر کھینچ رہے تھے، اس شخص کا پورا جسم زخمی تھا اور اس کی چیخیں سن کر دل لرز رہا تھا۔

کچھ ہی فاصلہ پر کھولتے ہوئے مواد سے بھرا تالاب دیکھا، آتش فشاں سے خارج ہونے والے شعلے کی مانند! اس کے بیچ میں تقریباً ایک میٹر چوڑا گول تھال تھا، کوئی شخص اس تھال پر بیٹھا ہوا تھا، ہر چند منٹ بعد اس شخص کا توازن بگڑتا اور وہ گرم شعلوں میں گر جاتا، اور پھر سے کوشش کر کے تھال کے اوپر آجاتا۔ جوں ہی اس کی تکلیف میں کچھ کمی ہوتی، وہ دوبارہ گر پڑتا، میں واقعی وحشت زدہ ہو گیا۔ میں نے ان لوگوں کو پہچان لیا اور کہا: "ان لوگوں نے تو اسلام اور انقلاب کیلئے بہت زیادہ زحمتیں اٹھائی تھیں، صرف چند مختصر موارد میں....." اس سے قبل کہ میں اپنی بات مکمل کرتا، مجھے طلحہ اور زبیر کی روداد یاد دلائی گئی، جنہوں نے صدرِ اسلام اور جوانی میں خدا اور دین کیلئے بہت ساری زحمتیں اٹھائی تھیں لیکن آخر کار حقیقی اسلام کے سامنے کھڑے ہوئے اور بڑے بڑے فتنوں کو جنم دیا۔

## باب نمبر ۲۱:

میں جب سے برسرِ روزگار ہوا تھا، اپنی سالانہ بچت سے باقاعدہ خمس ادا کرتا تھا۔ میرے محلہ میں کئی باعمل علماء کرام رہتے تھے لیکن میرے دوست نے مجھے اُس کے اپنے محلہ کے عالمِ دین کو خمس ادا کرنے کا مشورہ دیا۔ میں اِس معاملہ میں بہت محتاط تھا کہ کہیں خمس کے حساب میں کوئی چیز رہ نہ جائے۔ میں سن ۹۰ کی دہائی سے آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کی تقلید میں تھا۔ اس سال میرے خمس کی ادائیگی کی رقم بیس ہزار تومان کے لگ بھگ تھی۔ میں نے اپنے دوست کے بتائے ہوئے عالمِ دین کو خمس ادا کیا اور انہیں آیت اللہ خامنہ ای کے دفتر کی رسید لانے کو کہا۔ اگلے ہفتہ جب انہوں نے مجھے رسید دکھائی تو وہ کسی اور آیت اللہ کے دفتر کی تھی۔ میں نے اُن سے پوچھا: ”کہیں آپ سے غلطی تو نہیں ہوئی؟ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں آیت اللہ خامنہ ای کی تقلید میں ہوں“۔ انہوں نے جواباً کہا کہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے ان سے رہبر کے دفتر کی رسید لانے کو کہا۔ چونکہ میں رہبر معظم کا مقلد تھا، اس لئے چاہتا تھا کہ میرا پیسہ اُن تک پہنچے۔ میرے کہنے پر وہ رسید لے تو آئے لیکن اس پر رہبر کے دفتر کی مُہر نہ تھی۔ میں شک اور تذبذب کا شکار رہا۔ اگلے سال اور اس کے بعد بھی میں خود رہبر کے اکاؤنٹ میں خمس کی رقم منتقل کرتا رہا۔ ایک یا دو سال بعد مجھے خبر ملی کہ ان عالمِ دین کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ چند اور لوگوں کے خمس کی رقم کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر چکے تھے۔

عالمِ برزخ میں ان بزرگ عالمِ دین سے بھی سامنا ہوا جو کافی پریشان تھے اور حق الناس کے عنوان سے کافی لوگوں کے مقروض تھے۔ اُن کی زیادہ پریشانی خمس کے ہی زمرے میں تھی۔ بعض عام لوگ یعنی غیر عالم اُن سے کہیں بہتر حالت میں تھے۔ وہ بزرگ میرے پاس آئے اور تقاضا کیا کہ میں ان کی غلطی کو در گزر کر دوں، لیکن وہ اتنی مشکل سے دوچار تھے کہ میری معافی سے ان کی حالت میں تبدیلی آنا ناممکن لگ رہا تھا۔ میں نے ان کو معافی دینے سے انکار کر دیا۔ میز کی دوسری طرف کے جوان نے کہا: ”آپ لوگ اگر ایک دوسرے سے کسی معاملہ میں در گزر/حلالیت طلب کر رہے ہیں تو یہ آپ مرحومین کا معاملہ ہے، جب کہ وہ لوگ جو ابھی زندہ ہیں ان کا حساب الگ دینا ہو گا تاوقتیکہ وہ لوگ عالمِ برزخ میں پہنچ جائیں۔ کتنی بھیانک حالت ہے۔ ان لوگوں کی جنہوں نے

سالہاسال عبادت کی لیکن حق الناس کا خیال نہ کیا۔ اور یہ بھی جان لو کہ اگر کسی شخص کے حق الناس کی مد میں تم اُس کے قرض دار ہو، یعنی اُس کا کوئی حق الناس ہے جو تم نے ادا کرنا ہو (خواہ وہ پیسوں، تہمت اور زیادتی کی شکل میں ہو یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہو)، یا پھر جو بھی شخص حق الناس کے زمرے میں تمہارا قرض دار ہو، دونوں صورتوں میں اپنا حق دنیا میں معاف کر دینے کا دس گُنا ثواب نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس حق کا حساب کتاب عالمِ برزخ میں ہو تو صرف اُس قرض کے برابر کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔"

ایک اور چیز جس پر لوگ بہت کم توجہ دیتے ہیں، وہ حق اللہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے اختیار میں ہے، وہ انشاء اللہ ہماری غلطیوں سے در گزر فرمائے گا۔ حق الناس کی بات تو واضح ہے لیکن حق النفس کی طرف بھی لوگ زیادہ متوجہ نہیں ہوتے۔ گویا اللہ نے جسم کا حق بخش دیا ہو، لیکن اِس عالم بانفساء میں ایسا موضوع دیکھا جو حق النفس کے بارے میں تھا۔ ایامِ جوانی کے دوران احباب کے ساتھ شہر کے کسی باغ میں جانا ہوا۔ جس شخص نے ہمیں دعوت دی تھی اس نے ہم سب کو شیشہ اور سگریٹ پیش کیا۔ میرے والدِ محترم سگریٹ نوشی کرتے تھے لیکن مجھے اس سے نفرت تھی، دوستوں کا ساتھ دینے اور "ان میں اکیلا نہ رہ جاؤں" کی نیت سے میں نے بھی سگریٹ کے کَش لیے۔ بس پھر کیا تھا، کھانسی کی وجہ سے میری سانس اکھڑنا شروع ہوئی اور طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے سگریٹ یا شیشہ کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ عالمِ بانفساء میں جب یہ منظر مجھے دکھایا گیا تو جوان نے پوچھا: "تم تو سگریٹ نوشی کے نقصانات کے بارے میں جانتے تھے، پھر تم نے ایک بار بھی سگریٹ کیوں پیا؟ تم نے حق النفس کا لحاظ نہیں کیا، اب تمہیں جواب دینا ہو گا!" اس بات پر میں پھنس گیا۔ وہاں میں نے چند مذہبی اور باعمل لوگوں کو دیکھا جنہوں نے بیشتر احکامِ دین کا لحاظ رکھا لیکن حق النفس کو بالکل اہمیت نہیں دی۔ وہ لوگ سگریٹ اور شیشہ پینے کی وجہ سے بیمار ہوئے اور اسی وجہ سے ان کی قبل از وقت موت واقع ہوئی۔ اب وہ عالمِ برزخ میں اپنے جسم کو نقصان پہنچانے کی وجہ سے پھنسے ہوئے تھے۔

## باب نمبر ۲۲:

اشتراک

ہمارے شہر کا ایک شخص جس کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا تھا اور ہم اس کے پختہ ایمان پر یقین رکھتے تھے، میں نے عالمِ برزخ میں اسے جس کیفیت میں دیکھا وہ خوش آئند نہیں تھی۔ گو کہ وہ عذاب میں مبتلا نہیں تھا لیکن اسے برزخی جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی!

جب اس نے مجھے دیکھا تو نظروں سے التجا کی کہ میں اس کیلئے کوئی قدم اٹھاؤں۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، میں سب کچھ ایک لمحہ میں سمجھ سکتا تھا۔ میں نے کہا: ”اگر ہو سکا تو ضرور!“

وہ بھی بہت سے لوگوں کی طرح حق الناس میں پھنسا ہوا تھا۔ میں طبیعت بہتر ہونے کے کچھ عرصہ بعد اس کے چھوٹے بھائی سے ملنے گیا کہ شاید اس کیلئے کوئی مثبت قدم اٹھا سکوں۔ میں نے اس کے بھائی سے کہا: "خدا تمہارے بڑے بھائی کی مغفرت فرمائے، لیکن میرا ایک سوال ہے۔ کیا تم اپنے بڑے بھائی سے راضی ہو؟“ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور کہا: "آپ کیسا سوال کر رہے ہیں، خدا ان پر رحمت کرے، میرے بھائی بڑے مومن انسان تھے، میں ہمیشہ اُن کیلئے خیرات دیتا ہوں۔“ میں نے کہا: ”لیکن آپ کے بھائی نے پیغام دیا ہے کہ میں حق الناس کے معاملہ میں پھنسا ہوا ہوں، اگر میرا چھوٹا بھائی مجھے معاف کر دے تو میرے لئے آسانی ہو جائے گی۔“ یہ سن کر اس نے مجھے غضبناک نظروں سے دیکھا اور کہا: "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!" میں نے کہا: ”لیکن تمہارے بھائی نے مجھے تفصیل سے بیان کیا ہے، اگر مہربانی کرو اور سننا چاہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم اسے معاف کر دو گے۔“

ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے چہرہ پر پھیل گئی، وہ گویا ہوا: ”بات دلچسپ لگ رہی ہے، اگر واقعی سچ ہوئی تو میں اُنہیں معاف کر دوں گا۔“ میں نے کہا: ”آج سے ۲۰ سال پہلے آپ اور آپ کے بھائی نے مشترکہ طور پر کوئی سرمایہ کاری کی تھی۔ ایک ایک لاکھ تومان آپ دونوں نے کاروبار کرنے کی غرض سے کسی کو دیے۔ کہنے لگا: ”جی مجھے اچھی طرح یاد ہے، ایک سال تک ہم نے

کاروبار میں شراکت کی تھی۔ وہ شخص ہر ماہ منافع کی رقم بھائی کے اکاؤنٹ میں ڈال دیتا تھا اور وہ ہر مہینے دو ہزار تومان مجھے دیا کرتے تھے۔“

میں نے کہا: اصل مسئلہ یہی ہے، آپ کا حق تین ہزار تومان بنتا تھا جب کہ آپ کے بھائی اس میں سے ایک ہزار تومان خود رکھ لیا کرتے تھے....

وہ تعجب سے مجھے دیکھ کر کہنے لگا: ”آپ کو یہ بات کیسے پتہ چلی؟“

میں نے کہا: ”تمہارے بھائی نے خود مجھے یہ بات بتائی ہے، لیکن تم نے وعدہ کیا ہے کہ اُسے معاف کردو گے۔" میں یہ کہہ کر لوٹ آیا۔

ایک دو ماہ بعد چھوٹا بھائی مجھ سے ملنے آیا اور کہا: میں نے جس شخص کو کاروبار کے لئے پیسے دیے تھے، آپ کے جانے کے بعد اس سے رابطہ کیا اور معلومات حاصل کیں۔ آپ کی بات درست تھی لیکن میرا بھائی میرے لئے باپ کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے میں نے اسے معاف کیا۔ اسی رات میں نے بڑے بھائی کو خواب میں دیکھا جو بہت خوش تھے اور انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا، کہنے لگے: ”والد ہ کے گھر جاؤ اور صحن کے اندر فلاں جگہ کو کھودو۔ وہاں ایک کالا باکس رکھا ہوا ہے جس میں چند سونے کی اشرفیاں ہیں، میں نے ضرورت کے وقت کیلئے رکھی ہوئی تھیں۔ یہ اشرفیاں تمہارے لئے تحفہ ہیں۔“

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ”میں نے اس جگہ سے اشرفیاں ڈھونڈ نکالی ہیں اور اب آپ کے پاس آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ دو تین اشرفیاں خیرات میں دوں تا کہ اس کا ثواب میرے بھائی کو ملے۔“

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ایک دو مستحق گھرانوں کا اُن کو پتہ بتایا اور الحمد للہ اچھی رقم اُن تک پہنچ گئی۔

# باب نمبر ۲۳:

شادی کرنے اور خاندان بنانے کی اہمیت کے بارے میں شاید ضروری نہ ہو کہ کوئی نصیحت بیان کروں۔ یہ بات درست ہے کہ خاندان کی ذمہ داری اٹھانا مشکل اور سنگین ہے، لیکن آئمہ معصومین علیہم السلام نے روایات میں شادی کو سنتِ نبوی کہا ہے۔ انسان کے آدھے دین کی تکمیل شادی سے مشروط ہے۔ شادی کرنے اور گھر بسانے کے بعد بچہ کی ولادت اہلِ خانہ کیلئے خیر و برکت کا باعث ہے۔ خداوند متعال نے سورہ الاسراء کی آیت ۳۱ میں ارشاد فرمایا ہے:

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ

"ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔"

اس آیت میں اولاد کی روزی کو والدین کی روزی سے پہلے بیان کیا گیا ہے، بالفاظ دیگر بہت سی خیر و برکات کی وجہ اولاد ہی ہے جو رزق کے نزول کا باعث ہے۔ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا کے تمام کاموں بالخصوص گھر بسانے کے بعد سختیاں اور مشکلات بھی پیش آتی ہیں۔ جیسا کہ پروردگارِ عالم نے سورہ بلد آیت ۴ میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ

ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا بنایا ہے۔

دنیا سختی و پریشانی کے ساتھ جُڑی ہوئی ہے، لیکن عالمِ برزخ میں دیکھا کہ مرد کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھنا، اس پر خیر و برکات کے نزول کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خداوند متعال کی نگاہ میں مرد کا اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھنا مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (بحارالانوار: ج ۱۰۴ ص ۱۳۲)

دوسری جانب انسان بہت سی خیر و برکت اپنی اولاد کی وجہ سے وصول کرتا ہے۔ شاید نیک اولاد سے بڑھ کر کوئی اور صدقہ جاریہ نہیں ہے۔ اسی لئے امام علی الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب پروردگار اپنے بندے کی خیر چاہتا ہے تو اُس کو موت نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کو دیکھ لے۔ (وسائل الشیعہ :ج۱۵ص۹۶)

میں نے اپنی نوجوانی میں سیکھا تھا کہ ہر کام اچھے طریقہ سے انجام دوں یا اگر صدقہ نکالوں تو اس کے ثواب میں اُن تمام لوگوں کو شامل کروں جن پر میرا حق ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اور تمام مرحوم مومنین اور اپنے والدین کو اس ثواب میں شامل کروں۔ عالمِ بالا میں دیکھا کہ میرے دادا کے ارد گرد کچھ لوگ تھے جو مسلسل میرا شکریہ ادا کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم تمہارے جیسی اولاد ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ جو خیرات و برکات تم نے دنیا سے ہمیں بھیجیں، وہ بہت اہم تھیں اور انہوں نے ہماری بند راہوں کو کھولا۔ ہم ہمیشہ تمہارے لئے دعاگو رہتے ہیں کہ خدا تمہاری توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

ہمارے خاندان میں کئی لوگوں نے رشتہ داروں میں شادیاں کیں اور میں نے بھی اپنی ماموں زاد سے شادی کی ہے۔ میں اپنے دیگر رشتہ داروں سے بھی صلہ رحمی کرتا ہوں، ان کے گھر جاتا ہوں اور حتی الامکان ان کی مشکلات حل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہوں۔ میری پھوپھی جو ایک شہید کی والدہ ہیں، وہی شہید جنہیں میں نے آپریشن تھیٹر میں اپنے سرہانے کھڑا دیکھا تھا۔ تمام رشتہ دار مجھے کہتے ہیں کہ تم وہ واحد شخص ہو جو اپنی پھوپھی کے گھر جا کر ان کا دکھ درد بانٹتے ہو۔ میری خالہ بھی شہید کی زوجہ ہیں لیکن ان کے بیٹے پھوپھی سے بہت کم ملنے جاتے ہیں۔ باقی رشتہ داروں کے معاملہ میں بھی میرا رویہ یہی رہا ہے کہ اُن کی مشکل کشائی کروں۔ اس عمل کی برکت میں نے اپنی زندگی میں بھی دیکھی ہے، رشتہ داروں کی دعائے خیر ہمیشہ مشکلات اور پریشانیوں میں راستہ کھولتی ہے۔ یہاں مجھے یہ بھی دکھایا گیا کہ وہ سانحات جو میری موت کا سبب بن سکتے تھے، میرے والدین اور رشتہ داروں کی دعاؤں کی وجہ سے ٹل گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”صلہ رحمی اخلاق کو اچھا، جان کو پاکیزہ، روزی کو بڑھا دیتی ہے اور انسان کی موت کو موٴخر کر دیتی ہے۔“ (اصول کافی ج۲ص۱۵۱)

ایک اور روایت میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص خود یا اپنے مال کو رشتہ داروں کی خدمت میں استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سو شہیدوں کا اجر عطا کرتا ہے اور اس راہ میں جو قدم اٹھاتا ہے چالیس ہزار حسنات عطا کرتا ہے اور چالیس ہزار گناہ معاف کرتا ہے۔ اور اسی تعداد میں اس کے معنوی درجات کو بلند کرتا ہے اور اس کی ستّر دنیوی حاجات کو قبول کرتا ہے۔ (بحارالانوار، ج۷۳، ص۳۳۵)

# باب نمبر ۲۴:

میرے کئی اعمال کی تباہی دیکھنے کے بعد میز کے دوسری سمت بیٹھے جوان نے ایک دلچسپ نکتہ کی طرف مجھے متوجہ کیا اور کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ بعض دانشور حضرات اپنے اعمال رضائے الٰہی کیلئے انجام دینے کے بعد ان کا ثواب چودہ معصومین علیہم السلام کو ہدیہ کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ لوگ بقیہ زندگی میں اپنی خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے نیک اعمال کا ثواب گنوا دیں اور نتیجتاً برزخ میں تمہاری طرح خالی ہاتھ ہوں، ایسے موقع پر ان ہستیوں کو دیے جانے والے ثواب کا ہدیہ کام آتا ہے اور وہ اُس شخص کی مدد کو آتی ہیں اور اس کی دل جوئی بھی کرتی ہیں۔ ان ہستیوں کو اِس ثواب کی ضرورت نہیں ہوتی لہذا وہ لوگوں کے نیک اعمال ان ہی کو واپس لوٹا دیتی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ خلوصِ نیت سے یہ اعمال انجام دیں، یعنی اپنی تمام نیکیوں کا ثواب مقربین بارگاہِ الٰہی کو ہدیہ کریں۔ یہ نکتہ میرے لئے بے حد دلنشین تھا!

میں نے جوان سے کہا: اللہ تعالیٰ کیوں بعض افراد کو جو کہ صحیح دین اور ایمان نہیں رکھتے، اس قدر مال اور دولت دیتا ہے ؟ اس بات پر اہلِ ایمان جو صحیح راستے پر چل رہے ہوں، شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں!

جواب ملا: بعض افراد خدا تعالیٰ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں اور دنیا کی لذتوں میں اس قدر غرق ہو جاتے ہیں کہ ان کے نزدیک اللہ کے احکامات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ نتیجتاً خدا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ کائنات کے دوسرے مرحلے میں ان کے اعمال کا حساب لیا جائے۔ ان میں سے بعض افراد جوں ہی اللہ سے کوئی مال یا خواہش طلب کرتے ہیں، انہیں فوری دے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اللہ سے مزید باتیں نہ کریں۔ عام اصطلاح میں اسے جلد پلٹا دینا کہتے ہیں تاکہ مانگنے والے کی آواز مزید سنائی نہ دے!

جوان نے اپنی بات جاری رکھی: ان میں سے بعض لوگ اس خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ وہ اللہ سے بے حد قریب ہیں، اس لئے جو چاہتے ہیں مہیا ہو جاتا ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور چاہنے کے باوجود بھی انہیں نیک عمل انجام دینے کی توفیق نہیں ملتی۔ اگر کوئی نیک عمل انجام دے بھی دیں تو ان کا عمل فساد یا نابودی کا باعث بنتا ہے۔" مجھے

یہ گفتگو یاد تھی یہاں تک کہ ایک سال کے بعد خاندان کی محفل میں، ایک ایسے شخص کو دیکھا جو دولت مند مگر ایمان سے خالی تھا، یہ شخص عین اُسی بات کا مصداق تھا، وہ نمازی اور عبادت گزار نہیں تھا لیکن کہتا تھا اللہ سے جو چاہوں جلد دے دیتا ہے!

میں نے اس سے پوچھا: ’’کون کون سے ممالک کا سفر کر چکے ہو؟ اس نے جواباً کئی ممالک کے نام لئے۔ میں نے کہا: کربلا اور مشہد کتنی بار گئے ہو؟‘‘

وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہنے لگا: ’’کربلا میں تو فی الحال امن نہیں ہے لیکن چاہوں تو ایک پوری ٹرین بُک کروا کر سب کو مشہد لے جا سکتا ہوں۔" میں نے اپنا سوال دہرایا:" کتنی بار مشہد کا سفر کیا ہے؟

کہنے لگا: ایک دفعہ کسی کاروبار کے پراجیکٹ کیلئے گیا تھا، لیکن جلدی واپس آ گیا، میں نے پوچھا: امام علی رضا علیہ السلام کے حرم بھی جانا ہوا؟

جواب دیا: وقت نہیں ملا لیکن ارادہ کروں تو چلا جاؤں گا۔ ’’پھر خاندان کے کسی بڑے کو جو خاندانی عزاداری کی سنگت میں رکن تھے، بلا کر کہا:’’ حاجی صاحب! اس سال محرم الحرام کے پہلے عشرہ کی نیاز میری طرف سے ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ محرم الحرام سے ایک دو رات پہلے سنگت کے کچھ اراکین اس کی طرف گئے تاکہ نیاز کی رقم وصول کر سکیں، لیکن پتہ چلا کہ وہ ملک سے باہر ہے۔ یہ شخص عاشورا کے بعد واپس آیا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح عام لوگوں نے عشرہ محرم الحرام کے اخراجات ادا کیئے۔

مجھے علم ہے کہ ابھی تک اس شخص کو مشہد کی زیارت کی توفیق نصیب نہیں ہوئی!

## باب نمبر ۲۵:

بہت مشکل مرحلہ تھا کیونکہ بڑی دقت سے میرا حساب کتاب ہو رہا تھا، نامہ اعمال میں ایک ایک سیکنڈ کا حساب درج تھا۔ میرے دفتر حاضری کے اوقات کا حساب باریک بینی سے کیا جا رہا تھا کہ کہیں میں نے بیت المال کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا! الحمد للہ یہ مرحلہ خیر و خوبی کے ساتھ گزر گیا۔ جو وقت میں نے مسجد و مجالس میں گزارا تھا اس کا بھی محاسبہ ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میں نے عمر کے دو سال اس طرح سے گزارے تھے کہ اس کے صلہ میں مجھ سے ان کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا، یعنی میں با آسانی ان دو سالوں کے حساب سے گزر جاؤں گا۔ میں نے وہاں اپنے عملہ کے بعض ارکان کو بھی دیکھا۔ میں انہیں مثالی عالمِ برزخ میں دیکھ رہا تھا جو ابھی دنیا میں تھے، میں سمجھ سکتا تھا کہ ان کی کون کون سی روحانی و اخلاقی مشکلات ہیں۔ (جسم مثالی یعنی ایسا ہی ایک جسم عالمِ برزخ میں ہے۔)

عجیب بات تھی کہ میں اُن چند دوستوں اور عملہ کے ارکان کو بھی دیکھ رہا تھا جو بغیر حساب کتاب کے برزخی جنت میں داخل ہو رہے تھے۔ ان میں سے کئی چہروں کو میں نے ذہن نشین کر لیا۔ میز کی دوسری طرف کے جوان نے مجھے مخاطب کیا: ”تمہارے بہت سے دوستوں اور عملہ کے ارکان کیلئے شہادت لکھ دی گئی ہے بشرطیکہ وہ اپنے غلط اعمال کی وجہ سے شہادت کو نابود نہ کر دیں۔“ میں نے کہا: ”میں ایسا کیا کر سکتا ہوں کہ مجھے شہادت نصیب ہو!“ کہا: "امامِ وقت عجل اللہ فرجہ کی غیبت میں شیعیت کی سرپرستی و رہبری ولی فقیہ کے ساتھ ہے اور اسلام کا پرچم بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔" اسی لمحہ میں نے آیت اللہ خامنہ ای کی تصویر دیکھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ کئی شناسا چہرے رہبرِ معظم کے ارد گرد تھے جو انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ایسا نہ کر سکے۔ میں نے کئی ایسے واقعات و حادثات کا بھی مشاہدہ کیا جو ابھی دنیا میں رونما نہیں ہوئے تھے۔ ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھا جو حق الناس ادا نہ کرنے کی وجہ سے پھنسے ہوئے تھے، دوسروں کی مدد کے طالب تھے لیکن کوئی ان پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ وہ حکام اور عہدیداران جن کا اپنے وقتوں میں دبدبہ اور جاہ و حشم تھا اور وہ بڑی پرسکون زندگی گزار رہے تھے، اب پریشانیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور سب سے التجا کر رہے تھے۔ میں نے چند سوال میز کی دوسری طرف کے جوان سے کیے، جیسے امامِ زمانہ عج کا ظہور کب

ہو گا۔ جوان نے جواباً کہا: لوگوں کو چاہیے کہ وہ پروردگار سے چاہیں تاکہ امامؑ کا ظہور قریب ہو اور ان کی دنیا و آخرت کی پریشانیاں دُور ہو جائیں۔ لیکن اکثر لوگ امامؑ کو نہیں چاہتے اور نہ اپنی دنیاوی مشکلات کے حل کیلئے اُن سے رجوع کرتے ہیں۔ مثلاً کچھ عرصہ قبل ایک بین الاقوامی فٹ بال میچ ہو رہا تھا اور کئی لوگ مقاماتِ مقدسہ جا کر امامؑ کو یہ میچ جیتنے کیلئے قسمیں دے رہے تھے۔

پھر میں نے ظہور کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا جیسے اسرائیلی و امریکی پروپیگنڈا اور ان کی اسلامی ممالک کے خلاف منصوبہ بندی وغیرہ جب کہ ظاہراً چند اسلامی ممالک ان سے ہم آہنگی بھی رکھتے ہیں۔ یہ سن کر جوان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی، بولے: "پریشان مت ہو! یہ قوتیں پانی کی سطح پر جھاگ کی مانند ہیں جو نابود ہو جائیں گی، بس تم لوگوں کو سُست نہیں پڑنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنا ایمان گنوا دو۔ کیا تم نے سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۳۹ پر غور نہیں کیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(اے مسلمانو!) کمزوری نہ دکھاؤ اور غمگین نہ ہو اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب و برتر ہو گے۔

ایک اور پہلو جو میری نظروں سے گزرا ایسے لوگوں کا جمِ غفیر تھا جنہوں نے اپنی دنیا تباہ کر دی تھی۔ وہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے بتائے ہوئے احکامات سے دوری اختیار کر رکھی تھی۔ جوان نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا: ''جو حضرتِ حق اللہ تعالیٰ نے معصومین علیہم السلام کے ذریعہ آپ لوگوں کو بھیجا ہے، وہ پہلے درجہ میں آپ کی دنیاوی زندگی کو آباد کرتا ہے اور آخر میں آپ کی آخرت کو!'' پھر مجھے میری ہی زندگی سے ایک مثال پیش کی کہ اگر میں جواباً ہی سہی لیکن پیغامات کا رابطہ اس نامحرم عورت سے جاری رکھتا تو بہت بڑا گناہ میرے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا اور یہی گناہ میری دنیاوی زندگی کو اپنے احاطہ میں لے لیتا۔ اسی لمحہ میں متوجہ ہوا کہ تھوڑے فاصلہ سے ایک باعظمت اور نورانی خاتون میرے پیچھے کھڑی ہیں۔ جس انداز سے سب ان کا احترام کر رہے تھے تو میں اور زیادہ ان کی طرف متوجہ ہوا، پتہ چلا کہ وہ خاتون کوئی اور نہیں بلکہ ہماری مادر گرامی سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ جب میری کتاب کے آخری صفحات کی حساب رسی ہو رہی تھی، ان میں کوئی غلطی یا خطا نظر آنے کی صورت میں بی بی اپنا رُخ پھیر لیتی تھیں لیکن جب نیک اعمال سامنے آئے تو مسکراہٹ سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ اُس وقت میری تمام تر توجہ کا مرکز مادر گرامی سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں، میں دنیا میں بھی اُن کیلئے ایک خاص لگن اور وابستگی محسوس کرتا تھا۔ ایامِ فاطمیہ میں دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر مجالس کا انعقاد کرتا تھا اور میری کوشش ہوتی تھی کہ ہمیشہ بی بی کو یاد رکھوں۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ میری والدہ محترمہ کے اجداد علماء اور سادات

میں سے تھے اور ہمارا شمار بھی اولادِ جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا میں ہوتا تھا۔ اب وہ میرے پہلو میں کھڑی میرے نامہ اعمال کو دیکھ رہی تھیں، نہ صرف بی بی بلکہ تمام معصومین علیہم السلام بھی اس مشاہدہ میں شامل تھے۔ ایک شیعہ کیلئے کتنا کٹھن ہوسکتا ہے کہ حساب رسی کے وقت آئمہ معصومین علیہم السلام اس کے گناہوں کے شاہد و ناظر ہوں۔ میرے جن اعمال کی وجہ سے چہاردہ معصومین علیہم السلام ناراض ہوئے، دل چاہا کہ شرم سے ڈوب کر مر جاؤں۔ میرے زیادہ تر نیک اعمال ضائع ہو چکے تھے اور اب نامہ اعمال میں کچھ زیادہ نہیں بچا تھا۔

ایک دفعہ میری نظر دنیا میں اپنے گھر کی طرف پڑی۔ میری زوجہ کے حمل کا چوتھا مہینہ تھا، وہ جائے نماز پر بیٹھی رو رہی تھی اور پروردگار کو جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا واسطہ دے رہی تھی کہ وہ مجھے بچا لے۔ دوسری طرف نظر پڑی تو میرے محلہ کے دو یتیم بچے اللہ کو قسم دے رہے تھے کہ وہ مجھے واپس پلٹا دے۔ کہنے لگے کہ ہم نہیں چاہتے کہ دوبارہ یتیم ہو جائیں۔ میں اللہ کی توفیق سے ان دو بچوں کے اخراجات ادا کیا کرتا تھا۔ میری کوشش تھی کہ ان سے ایک باپ کی طرح پیش آؤں، انہیں میرے آپریشن کی خبر تھی اسی لئے اللہ سے میری زندگی کیلئے دعا مانگ رہے تھے۔

میز کی دوسری جانب بیٹھے جوان کی طرف میں نے التجا آمیز نظروں سے دیکھا اور کہا: ”میرے ہاتھ خالی ہیں، کیا آپ میرے لئے کچھ کر سکتے ہیں کہ میں واپس دنیا کی طرف لوٹ جاؤں؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی مادر گرامی سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے درخواست کروں اور وہ میری شفاعت کر دیں! اگر وہ مجھے واپس جانے کی اجازت دیں تو جو حق الناس میرے ذمہ ہیں، ان کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی خطاؤں کی اصلاح بھی کر لوں۔“ لیکن جوان کا جواب نفی میں تھا۔ میں پھر بھی اصرار کرتا رہا کہ کسی طرح مجھے بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی شفاعت مل جائے۔ چند لمحوں بعد جوان نے مجھے دیکھا اور کہا: ”اُن دو یتیم بچوں کے آنسوؤں، تمہاری زوجہ اور والدین کی دعاؤں اور وہ بچی جو اس دنیا میں آنے والی ہے، کی وجہ سے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تمہاری شفاعت کر دی ہے تاکہ تم اپنی دنیا کی طرف پلٹ جاؤ۔“

جونہی جوان نے یہ الفاظ ادا کیے، مجھے لگا جیسے میرے پاؤں تلے زمین نہ رہی ہو۔ پرانے دور کے بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کی سکرین کا منظر غائب ہو جانے کے بعد عجیب سا احساس ہوا کرتا تھا، میں اس وقت ویسا ہی محسوس کر رہا تھا۔ یوں لگا جیسے میں آزاد ہو گیا!

## باب نمبر ۲۶:

میں نے چشم زدن میں خود کو سٹریچر پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ ڈاکٹرز کی ٹیم مجھے برقی جھٹکے دینے میں مصروف تھی۔ بقول ان کے چند دفعہ کی کوشش کے بعد میں پلٹ آیا تھا یعنی زندہ ہو گیا۔ روح جسم میں واپس آ گئی تھی، مہلت مل جانے پر عجیب سی کیفیت تھی۔ میں خوش تھا لیکن ناراض بھی کہ وادی پُر نور سے اس فانی دنیا میں لوٹ آیا تھا۔ ڈاکٹرز نے میری رسولی نکال دی تھی اور وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔ آپریشن آخری مراحل میں تھا کہ میرے دل کی حرکت تین منٹ کیلئے رُک گئی یعنی ہارٹ فیل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد برقی جھٹکے دے کر میرے دل کی دھڑکن کو بحال کیا گیا۔ میں ان تین منٹ میں ہر بات کا گواہ تھا کہ ڈاکٹرز کیا کر رہے تھے۔ آپریشن مکمل ہونے کے بعد مجھے دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا گیا، تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد میں بے ہوشی کی کیفیت سے باہر آ گیا۔ جسم ایک بار پھر تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ جب طبیعت بہتر ہوئی تو میں اپنی دائیں آنکھ کھول کر دیکھ سکتا تھا، لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ کیلئے بھی اُن روحانی مناظر سے دور ہو جاؤں۔ میں اگلے چند گھنٹوں تک روحانی سفر کے تمام مناظر کو دہراتا رہا۔ کتنے مشکل مراحل طے کیے، برزخی جنت کو اس کی تمام نعمتوں سمیت دیکھا، جو لوگ پھنسے ہوئے تھے ان کو بھی دیکھا، جنت سے چند قدم قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے اپنی ماں (جد) سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بہت قریب سے زیارت کی تھی۔ مجھے یقین آ گیا کہ کائنات کی دوسری سمت ہماری مادر گرامی کا کتنا بلند مرتبہ و مقام ہے۔ میرے لئے اب دنیا کو برداشت کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں دو نرسز آپریشن تھیٹر میں داخل ہوئیں، وہ مجھے وارڈ میں منتقل کرنے آئی تھیں اور مجھے بذریعہ لفٹ وارڈ میں لے جانا چاہ رہی تھیں۔ جونہی وہ میرے قریب آئیں، ان میں سے ایک کا چہرہ دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ اس کا چہرہ بھیڑیے جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔ میرے بھائی اور چند دوست مجھے دیکھنے آئے، میرے ایک دور رشتہ دار بھی عیادت کیلئے آنا چاہتے تھے، وہ اپنے گھر سے نکل چکے تھے اور ہاسپٹل کے راستے میں تھے۔ میں اس بات سے بخوبی واقف تھا۔ اچانک ان کا باطنی چہرہ دیکھ کر مجھ پر دہشت طاری ہو گئی، میرا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اپنے ایک عزیز کو کہا فلاں شخص کو فون کر کے کہو کہ واپس لوٹ جائے، میں اِس وقت کسی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ اکثر لوگوں کا باطن مجھ پر نمایاں ہو چکا تھا،ان کے اعمال اور کردار کا باطن..... جو کھانا میرے لئے آتا،میں اس کی طرف نہیں دیکھتا تھا کہ کہیں کھانے کا باطن بھی مجھ پر عیاں نہ ہو جائے۔ لیکن بھوک کی شدت کی وجہ سے مجبور تھا کہ اسے کھاؤں۔ میرا دل کسی کی طرف دیکھنے کو نہیں چاہ رہا تھا، بعض دوست میری تنہائی کے خیال سے میرے پاس رُکے ہوئے تھے لیکن وہ لاعلم تھے کہ اُن کی موجودگی میرے لئے تکلیف کا باعث تھی اور میں پہلے سے زیادہ تنہا محسوس کر رہا تھا۔ دوپہر کے وقت میں نے کوشش کی کہ کسی کو نہ دیکھوں،اسی لئے دیوار کی طرف رُخ کر لیا۔ اچانک ایسا منظر دیکھا کہ میرے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ میں درودیوار سے تسبیحِ پروردگار سُن رہا تھا۔ میرے ارد گرد کے دو تین لوگ ڈاکٹر کی تاکید پر مُصر تھے کہ میں آنکھیں کھولوں لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے ان کے چہرے دیکھنے کے خوف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

## باب نمبر ۲۷:

# ظاہر و باطن کی حقیقت

میرا آپریشن کرنے ولے سرجن ایک متقی، محترم اور مومن انسان تھے، اتنے مومن کہ جمعہ کی صبح پہلے دعائے ندبہ پڑھنے گئے اور پھر مجھے دیکھنے آئے۔ آپریشن ختم ہونے کے بعد میں نے بعض انسانوں کے باطنی چہرے دیکھے اور بعض غیر معمولی آوازیں بھی سن رہا تھا، اسی لئے میں ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے میرے نزدیک آ کر کہا: "آنکھیں کھولو!" وہ یہ سمجھے کہ میری آنکھیں ابھی تک صحت یاب نہیں ہوئیں، لیکن میں خوفزدہ تھا۔ اُن کے مسلسل اصرار پر میں نے آنکھیں کھولیں اور انہیں دیکھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ڈاکٹر کا ظاہر اور باطن انسان جیسا ہی تھا۔ اپنے ہاتھ کی چند انگلیاں دکھا کر ان کی تعداد پوچھی اور اسی طرح کے چند سوالات کیے۔ میں نے جواب دیا اور انہیں بتایا کہ میری آنکھیں ٹھیک ہیں، آپ کا بہت شکریہ، اگر اجازت دیں تو میں آنکھیں بند ہی رکھوں۔ ڈاکٹر نے اطمینان سے کہا: "جیسے تم مناسب سمجھو۔" چند منٹ بعد ایک جوان جو کسی حادثہ کی وجہ سے شدید مجروح ہو گیا تھا، کو میرے کمرے میں لایا گیا اور ساتھ والے بیڈ پر لٹا دیا تا کہ اسے آپریشن کیلئے آمادہ کر سکیں۔ میں آنکھیں بند کیے تسبیح پڑھ رہا تھا، جوں ہی میں نے آنکھیں کھولیں تو برابر میں بیڈ پر ایک خوفناک جانور دیکھا، جس کا سر درندے جیسا اور جسم انسانوں والا تھا۔ میں ایک ہی نظر میں پوری روداد سمجھ گیا۔

گزشتہ رات یہ جوان ایک لڑکی کے ساتھ کسی تفریحی مقام پر گیا تھا، واپسی پر اس کی آنکھ لگ گئی اور گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اب اس کی طبیعت بہت خراب تھی لیکن اس کا باطن اور اعمال مجھ پر واضح تھے، میں نے اس کی پوری زندگی ایک لمحہ میں دیکھ لی۔

ایک گھنٹے کے بعد اس کا ڈاکٹر آیا۔ میں نے یوں ہی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ایک اور درندہ اس جوان کے سرہانے کھڑا ہے، اس کے ہاتھ درندہ کے پنجے کی مانند تھے جن سے وہ جوان کے جسم کو نوچ رہا تھا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر میری طبیعت ناساز ہو گئی، اس کا باطن حرام خوری کے نتیجے میں درندے جیسا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے باہر جانا چاہتا تھا لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔ چند منٹ بعد ڈاکٹر واپس چلا گیا۔ جوان کا والد موبائل فون پر کسی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا: "میں کیا کروں، ڈاکٹر کہہ رہا ہے ہسپتال کے اخراجات کے

علاوہ ۱۰ ملین تومان نقد ذاتی طور پر مجھے لا کر دو تا کہ تمہارے بیٹے کا آپریشن کروں۔ آج چھٹی کا دن ہے میں کہاں سے ۱۰ ملین تومان لے کر آؤں؟"

میرا ڈاکٹر دوبارہ کمرے میں آیا۔ میں نے اس سے کہا: "میری درخواست ہے یا مجھے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیں یا کسی خالی کمرے میں منتقل کروا دیں۔" کہنے لگے: "ٹھیک ہے، میں پتہ کرواتا ہوں۔

اُسی وقت میرے کسی دوست نے میرے بھائی سے رابطہ کیا، وہ میری عیادت کیلئے ہسپتال آنا چاہتا تھا، لیکن جوں ہی میں نے اُس دوست کا تصور کیا، مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا جو ناقابلِ بیان ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: "جس طرح بھی ممکن ہو، اُسے یہاں آنے سے منع کر دو۔" میں پہلے لوگوں کو دیکھنے کے بعد اُن کے باطن کو سمجھتا تھا لیکن اَب.... جو شخص ہسپتال آنا چاہتا تھا، تین بچوں کا باپ تھا۔ اس کے باوجود بہت زیادہ غیر اخلاقی برائیوں میں پھنسا ہوا تھا اور اُس کا باطن نہایت آلودہ تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ بُرا میں نے دیکھا کہ اس کے بچے جو کہ ابھی کم عمر ہیں، مستقبل میں فساد کے گڑھ بن جائیں گے اور اپنے باپ سے بھی زیادہ آلودہ باطن رکھتے ہوں گے۔ اس کی وجہ واضح تھی کیونکہ اس شخص کی شادی اس کی بیوی کے ساتھ شرعی نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر حرام تھے لہٰذا ان کے بچے بھی ناجائز پیدا ہوئے تھے! مجھے بچوں کے ناجائز ہونے کی وجہ بھی سمجھ آ گئی۔

یہ شخص شادی سے قبل، بیوی کی بہن سے غیر شرعی جنسی تعلق رکھے ہوئے تھا اور یہ سلسلہ ابھی تک چل رہا تھا۔

# باب نمبر ۲۸:

اس دن ہسپتال میں، میں نے پروردگار سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس کیفیت سے باہر نکال دے کیونکہ اس حالت میں کسی سے بات اور رابطہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر کہ اس نے مجھے سابقہ کیفیت کی طرف لوٹا دیا لیکن میں فی الوقت خلوت میں رہنا چاہتا تھا تاکہ حساب رسی کے سارے مناظر دہرا سکوں۔

میں تنہائی پسند ہو گیا تھا اور خلوت میں اپنے ساتھ پیش آنے والے برزخی واقعات کو دہراتا رہتا تھا۔ کتنے حسین لمحات تھے، اُس وادی میں وقت کا کوئی تصور نہ تھا، نہ تکلم کی ضرورت کہ بات کے ذریعہ اپنا پیغام دیا جائے۔ جو چاہتے ایک ہی نظر میں دوسرے تک منتقل ہو جاتا۔ وہاں اولین سے آخرین تک دیکھا جا سکتا تھا اور میں نے چند ایسے واقعات کا بھی مشاہدہ کیا جو ابھی رُونما نہیں ہوئے تھے، حتٰی کہ اس بستی میں بعض ایسے مسائل کی طرف مجھے متوجہ کرایا گیا تھا جو ناقابل بیان ہیں۔ میں آخری لمحات تک اس وادی میں گزار رہا تھا۔ میں نے وہاں اپنے چند دوستوں اور عملہ کے ارکان کو دیکھا جو شہید ہو چکے تھے، میں جاننا چاہتا تھا آیا وہ ابھی زندہ ہیں یا شہادت کا رتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ اسی ہاسپٹل میں ایک رشتہ دار کے ذریعہ میں نے فون کر کے اپنے چند دوستوں کا احوال معلوم کیا تو پتہ چلا کہ سب خیریت سے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ پھر میں نے اُن کیلئے جو دیکھا تھا اس کا کیا مطلب تھا، وہ سب بطور شہید برزخ میں داخل ہو رہے تھے۔

آپریشن کے چند دن بعد جب میری طبیعت بہتر ہوئی تو مجھے گھر بھیج دیا گیا لیکن میرا ذہن پریشان اور اسی بات میں الجھا ہوا تھا کہ میں نے اپنے عملہ کے ارکان کو شہداء کی شکل میں دیکھا تھا۔ ایک دن اپنی بیگم اور بچوں کے ساتھ خریداری کرنے باہر گیا، جونہی مارکیٹ میں داخل ہوا، اپنے ایک دوست کے بیٹے کو دیکھا جس نے مجھے سلام کیا۔ اس کو دیکھتے ہی میرا رنگ اُڑ گیا اور میں نے اپنی بیگم سے کہا: ”کیا یہ فلاں کا بیٹا نہیں؟“ بیگم نے میری تائید کی اور پوچھا کیا ہوا۔ یہ لڑکا نشئی اور جرائم پیشہ تھا اور پیسہ کمانے کیلئے کچھ بھی کر لیتا تھا۔ میں نے پھر پوچھا: ”کیا یہ اب تک مرا نہیں؟ میں نے اسے برزخ میں نہایت خراب حالت میں دیکھا تھا اور یہ

مسلسل ملائکہ سے التجا کر رہا تھا، یہاں تک کہ میں اس کی موت کی وجہ بھی جانتا ہوں۔" میری بیوی نے مسکرا کر کہا:"کیا تم مطمئن ہو کہ تم نے غلط نہیں دیکھا؟ اچھا تم اس کی موت کی وجہ بتاؤ۔ میں نے کہا: یہ لڑکا کھمبے کے اوپر بجلی کی تاریں چُرانے میں مصروف تھا کہ شدید کرنٹ لگنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ "میری بیوی نے جوابا کہا:"فی الحال تو یہ صحت مند ہے۔ "اس رات گھر واپس آنے کے بعد سوچتا رہا کہ جو کچھ میں نے برزخ میں دیکھا، کہیں وہ محض میرا وہم یا گمان تو نہیں؟ میرا ذہن اسی سوچ میں الجھا رہا۔ دو تین دن بعد اس لڑکے کی موت کی خبر آئی۔ اس کے جنازے کے بعد قرآن خوانی کا اہتمام ہوا۔ میں نے اس کے کسی رشتہ دار سے موت کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ لڑکے کا کار حادثہ میں انتقال ہوا تھا۔ میرا ذہن اب مزید الجھن کا شکار ہو گیا، میں نے تو اسے برزخ میں برے اعمال، گناہوں اور حق الناس کی وجہ سے بڑی بری حالت میں دیکھا تھا اور وہ گڑگڑاتے ہوئے سب سے مدد مانگ رہا تھا کہ کوئی اس کیلئے کچھ کرے۔ تھوڑے دن بعد میری ملاقات اپنے ایک رشتہ دار سے ہوئی جو اصفہان میں واپڈا کے محکمہ میں ملازم تھے، باتوں باتوں میں انہوں نے بتایا کہ کچھ دن قبل ایک جوان بجلی کے کھمبے پر تاریں چوری کرنے کی غرض سے چڑھا۔ وہ عادی چور اور نشئی تھا، اسے کرنٹ لگا اور وہ کھمبے سے سوکھی لکڑی کی مانند گرا۔ وہیں اس کی موت واقع ہو گئی۔ میں یہ بات سن کر حیران ہو گیا اور غور سے اپنے رشتہ دار کو دیکھتے ہوئے اس لڑکے کا نام لیا آیا یہ فلاں نامی جوان تھا؟ کہنے لگے ہاں ہاں وہی تھا۔ میں نے کہا کیا آپ کو یقین ہے کہ وہی جوان تھا؟ تو کہنے لگے میں خود اس لڑکے کا جنازہ اٹھانے آیا تھا لیکن اس کے گھر والوں نے لوگوں کو کچھ اور ہی بتایا ہے۔

# باب نمبر ۲۹:

اس نشئی لڑکے کی موت کی حقیقت جاننے کے بعد میں سمجھ گیا کہ میں نے مستقبل کے چند واقعات کا مشاہدہ کیا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ سب کیسے ممکن ہوا لہٰذا اس کی وجہ جاننے کیلئے ایک عالمِ دین سے رجوع کیا۔ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا چونکہ عالمِ مکاشفہ میں وقت اور مکان کا تصور نہیں ہوتا اس لئے عین ممکن ہے کہ میں نے مستقبل میں ہونے والے چند واقعات کی رُوداد دیکھی ہو۔ اس وضاحت کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے برزخ میں جن دوستوں کی شہادت کا منظر دیکھا، وہ واقعی میں شہید ہوں گے۔

میری صحت یابی کے تقریباً دو ہفتے بعد والدِ محترم ایک حادثہ میں زخمی ہو گئے اور چند دن بعد ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ اگرچہ ان کی موت کا دکھ میرے لئے تکلیف دہ تھا لیکن مجھے اپنے تایا مرحوم کی بات یاد آتی تھی کہ وہ باغ ان دونوں کیلئے تھا اور میرے والدِ محترم بہت جلد ان تک پہنچ جائیں گے۔

ہاسپٹل سے واپسی کے بعد طبیعت بحال ہونے کے ایام میں اُس شہر جانا ہوا جہاں میں نے بچپن اور جوانی کے دن گزارے تھے۔ وہاں کی پرانی مسجد بھی گیا جہاں میرے بچپن اور جوانی کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ مسجد میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، ان کا حال دریافت کیا اور نماز کی تیاری کی۔ اچانک مجھے ان بزرگ کا خیال آیا جنہوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور برزخ میں میری رضامندی حاصل کرنے کیلئے انہیں اپنی تعمیر شدہ امام بارگاہ کا ثواب مجھے دینا پڑا۔ میں نے ان بزرگ کی پریشانی اور ناراضگی کا سوچتے ہوئے خود سے کہا دیکھنا چاہیے کہ اس بات میں کتنی حقیقت ہے، گو کہ مجھے یقین تھا کہ یہ بات بھی باقی نشانیوں کی طرح سچ ہو گی لیکن میں اس امام بارگاہ کو دیکھنا چاہتا تھا جس کا ثواب مجھے مل چکا تھا۔ میں نے ان بزرگ سے پوچھا کیا آپ کو فلاں نامی بزرگ یاد ہیں جن کا چار برس قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کہا جی ہاں وہ بہت نیک انسان تھے اور خاموشی سے نیک اعمال انجام دیا کرتے تھے۔ بہت درست انسان تھے، ان جیسی شخصیات بہت کم ملتی ہیں۔ خدا ان کی قبر پر نور کی برسات فرمائے۔ میں نے ان کی تائید کی اور پوچھا کہ کیا

وہ شہر میں کسی ایسی جگہ کے بارے میں جانتے ہیں جو اُن مرحوم بزرگ نے وقف کر رکھی ہو، کوئی مسجد یا امام بار گاہ؟ کہا وہ نہیں جانتے لیکن فلاں صاحب ان کے بڑے گہرے دوست ہیں، ان کو یقیناً علم ہو گا اور وہ مسجد میں اس وقت موجود ہیں۔ ہم نماز کی ادئیگی کے بعد ان بزرگ کے پاس گئے۔ ان کے مرحوم دوست کا ذکر ہوا تو میں نے پوچھا اگر حاجی صاحب نے کوئی زمین وقف کر رکھی تھی تو اس کے بارے میں بتائیں۔ یہ بزرگ گویا ہوئے: "خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بھی ان کے نیک اعمال سے باخبر ہو، اب جب کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے اس لئے میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔" پھر انہوں نے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا: "یہ امام بار گاہ ان ہی بزرگ کی ہے جن کا ذکرِ خیر ہم کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسے تعمیر کرنے کے بعد وقف کر دیا تھا۔ آپ نہیں جانتے کہ اس امام بار گاہ میں کتنی خیر و برکات ہیں۔ ابھی بھی اس کی تعمیر کا کام جاری ہے اور امام بار گاہ کی دیوار گرا کر اسے مسجد سے متصل کیا جارہا ہے تا کہ مسجد میں نمازیوں کیلئے گنجائش زیادہ ہو جائے۔" میں بجائے اس کے کچھ کہتا، اپنے سوال کا جواب پا چکا تھا۔ نماز کے بعد میں امام بار گاہ میں داخل ہوا اور اسے غور سے دیکھا۔

رات کو جب میں اپنی بیگم سے باتیں کر رہا تھا تو اسے بتایا کہ بہت سے واقعات جو میں نے برزخ میں دیکھے، یہاں ان پر یقین کرنا مشکل تھا۔ پھر میں نے تذکر کیا کہ تم نے حمل کے ابتدائی ماہ کے دوران الٹرا ساؤنڈ کرایا تھا اور بتایا تھا کہ ہمارا بیٹا ہو گا۔ بیگم نے میری تائید کی اور کہا کہ وہ رپورٹ اس کے پاس محفوظ ہے۔ میں خاموش ہو گیا پھر مسکرا کر بیگم کو برزخ کی وہ بات بتائی کہ آخری لمحات میں تمہاری دعاؤں اور تمہارے رحم میں موجود ہماری بیٹی کی وجہ سے میری شفاعت ہوئی اور واپسی کا پروانہ ملا۔ میں نے بیگم سے کہا کہ یہ بات بھی ایک نشانی ہے اور اگر ہماری بیٹی ہوئی تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے جو بھی دیکھا سچ تھا۔ اسی سال کی سردیوں میں میرے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی، لیکن ان سب باتوں سے ہٹ کر جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ خوف تھا اور میں کئی سال تکلیف میں مبتلا رہا، وہ قبرستان میں حاضر ہونا تھا۔ مجھے عجیب اور دہشت ناک آوازیں سنائی دیتی تھیں جو انتہائی پریشان کن تھیں، لیکن یہ آوازیں شہداء کی قبور کے جوار میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس طرف ایک خاص سکون تھا کیونکہ وہاں مدفون شخصیات کی روحانیت و معنویت فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ خوف کی وجہ سے میں کچھ عرصہ قبرستان نہ جاسکا۔ بعد میں روزِ جمعہ صرف اپنے خاص دوستوں اور اقربا کی قبور پر حاضری دیا کرتا تھا۔ یہاں پر ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ میں نے اپنے نامہ اعمال اور برزخ کے آخری لمحات میں دیکھ لیا تھا کہ میری زندگی میں کتنے عرصہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مجھے چند سال کا مزید وقت دیا گیا تھا جو ختم ہو چکا اور اب میں یہاں اضافی وقت گزار رہا ہوں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ وقت جو میں نے والدین اور اقربا سے صلہ رحمی اور میل ملاقات میں صَرف کیا،

اسے میری عمر میں شمار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح وہ وقت جو خالص اللہ کی رضا اور زیارت اہلِ بیت علیہم السلام میں گزارا جائے وہ بھی انسان کی عمر میں شمار نہیں ہوتا۔ یہ وقت بعد میں بطور بونس مل جاتا ہے۔

## باب نمبر ۳۰:

مدافعانِ حرم

اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے دوستوں اور ساتھیوں کی شہادت حتمی ہے۔ لیکن جس طرح وقت گزر رہا تھا اسے دیکھ کر دُور دُور تک ان کی شہادت کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے، پھر مجھ پر یہ بات کس طرح سچ ثابت ہو سکتی تھی؟ میں نے اس بارے میں کسی سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں روزانہ دفتر میں اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو دیکھ کر سوچتا تھا کہ میں شہداء کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔ اور وہ ایک دن اپنے محبوب سے ملاقات کریں گے، مگر یہ سب کیسے ممکن ہو گا؟ کیا کوئی جنگ ہونے والی ہے؟

میرے آپریشن کے چار ماہ بعد ستمبر ۲۰۱۵ میں ہمارے ادارے میں اعلان ہوا کہ جو لوگ دلچسپی رکھتے ہیں، وہ مدافعانِ حرم حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے لشکر میں شامل ہونے کیلئے اپنا نام درج کروائیں۔ عملہ کے ارکان ایک عجیب جذبہ اور ولولہ کے ساتھ اپنا نام درج کرانے لگے۔ جن دوستوں کی شہادت کی مجھے خبر تھی، ان سب نے اپنا نام لکھوایا۔ میں نے بھی کوشش کی کہ اس توفیق میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں اور میں کامیاب ہو گیا۔ ہمیں تربیتی کیمپ لے جایا گیا جہاں ضمنی تربیت کے بعد ہمیں شام بھیج دیا گیا۔ حکمتِ عملی کے اعتبار سے آخری اہم شہر حلب تھا جو شام کے شمال میں واقع ہے۔ ہمارا مشن حلب کے قریبی علاقوں کو دشمن سے آزاد کرانا تھا۔ فورسز کے خطہ میں آنے کے بعد مشن کا آغاز ہوا اور کئی مراحل تک آپریشن جاری رہا۔ دہشت گردوں کا ترکی سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد پورے شہر کو محاصرے میں لے لیا گیا۔

اس دوران میں خدا سے یہی دعا مانگتا رہا کہ وہ مجھے جلد از جلد مدافعانِ حرم کے شہداء کے قافلہ میں شامل کر لے کیونکہ اب مجھے اس دنیا میں رہنے کی ذرہ بھر آرزو نہ تھی، اگر خواہش تھی تو بس یہ کہ خدا کی رضا حاصل کر لوں۔ میں عالمِ برزخ میں شہداء کے بلند درجات کو دیکھ چکا تھا اسی لئے میں ان کی صف میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے فرائض ادا کیے، اپنی وصیت لکھی اور حتی الامکان اپنی غلطیوں کا ازالہ کیا اور شام روانہ ہو گیا۔ مجھے یاد ہے کئی مسائل میری روانگی کی راہ میں حائل تھے لیکن خدا کے لطف و کرم سے وہ مسائل حل ہو گئے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپریشن تھیٹر میں ہونے والے واقعات کے بعد میرے رویہ میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی ۔ میں اپنے اعمال کے حوالے سے بہت محتاط ہو گیا تھا کہ خدانخواستہ میرے رویہ سے کسی کو تکلیف پہنچے اور میرے نامہ اعمال میں حق الناس کی مد میں کوئی گناہ درج ہو جائے ۔ میں نے دوسروں کا مذاق اُڑانا اور انہیں تنگ کرنا بھی بالکل چھوڑ دیا تھا۔

عسکری آپریشن سے چند دن قبل کی بات ہے، میں اپنے عملہ کے کئی پرانے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک ساتھی نے کہاسنا ہے کہ آپ نے آپریشن تھیٹر میں موت کی کیفیت کو محسوس کیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ میں اس کیفیت کے بارے میں ان کو بتاؤں لیکن میں نہ مانا اور صرف ایک دو لوگوں کو مختصراًاس بارے میں بتایا۔ انہوں نے میری باتوں پر یقین نہ کیا تو میں نے بھی سوچ لیا کہ اب اس بارے میں کسی سے دوبارہ بات نہیں کروں گا۔ جواد محمدی، سید یحییٰ براتی، سجاد مرادی، عبدالمہدی کاظمی، مرتضیٰ زایرے اور علی شاہ ثنائی مجھے آرمڈ فورس بیس کے کسی کمرے میں لے گئے اور بہت تاکید کی کہ میں انہیں موت کی کیفیت کے بارے میں بتاؤں ۔ میں نے چند واقعات کو مختصراًبیان کیا، وہ ایک دم منقلب ہو گئے خاص طور پر حق الناس اور شہادت کے مقام کے بارے میں میری گفتگو نے انہیں بے حد متاثر کیا۔

اُسی رات کی صبح آپریشن کا آغاز تھا، مجھے دشمن کی صف کو توڑنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ آپریشن کے دوران میں زخمی ہو گیا۔ اگرچہ میرا زخم گہرا نہیں تھا لیکن میں جس جگہ گرا تھا وہ عین دشمن کے سامنے والی جگہ تھی۔ اس صورتحال میں میرے لئے حرکت کرنا ناممکن تھا اور نہ میرے قریب مدد کیلئے کوئی آسکتا تھا۔ میں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور دشمن کے اسنائپر کی گولی کا نشانہ بننے کا منتظر تھا، باالفاظ دیگر میں درجہ شہادت کے بالکل قریب تھا۔ ان ہی لمحات میں عبدالمہدی کاظمی اور جواد محمدی اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر آگے بڑھے اور مجھے فوری طور پر مورچہ میں لے گئے ۔ میں اُن سے بہت ناراض ہوا کہ وہ مجھے مورچہ میں کیوں لائے ؟ ممکن تھا کہ دشمن ہم سب کو نشانہ بنا دیتا۔ جواد محمدی نے کہا کہ تمہیں ابھی زندہ رہنا ہے اور بتانا ہو گا کہ عالم برزخ میں کیا دیکھا۔

کچھ دن بعد ان ہی لوگوں نے ایک خاص محفل میں مجھ سے کہا کہ برزخ کے بارے میں کچھ بیان کروں ۔ میں نے ان کے چہروں کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ آپ میں سے چند لوگ کل شہید ہو جائیں گے ۔ یہ سنتے ہی محفل میں سناٹا چھا گیا۔ ان سب کی نظریں ملتمس تھیں کہ میں خاموش نہ رہوں۔ میرے پاس ان ساتھیوں کی روحانی کیفیت کو بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں، پس میں نے جو کچھ عالمِ برزخ میں دیکھا تھا، ان سے بیان کر دیا۔

دوسری جانب میں اس بات کو لے کر پریشان تھا کہ خدا نہ کرے کہ میں ان سب میں شہادت کا رتبہ حاصل کرنے سے محروم ہو جاؤں۔ جواد بڑے اصرار سے مجھ سے سوال پوچھ رہا تھا اور میں جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا: ’’وہ کون سی شے ہے جو عالمِ برزخ یا اِس دنیا میں ہمارے بہت کام آسکتی ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’نماز کو اہمیت دینے کے بعد خلوصِ نیت سے بندگانِ خدا کیلئے جتنا ممکن ہو، کام کریں۔‘‘

مجھے یاد ہے اگلے دن اسلامی جمہوریہ ایران کی کسی اہم شخصیت نے عسکری مسائل کے بارے میں اظہارِ خیال کیا تھا جو مغربی ممالک کیلئے ایک اچھا بہانہ دے گئے تھے۔ بہت سے مدافعانِ حرم ان کی گفتگو سے ناراض ہو گئے۔ جواد محمدی اس شخصیت کے اظہارِ خیال کی خبر لے کر آئے اور مجھے دکھاتے ہوئے کہا: ’’دیکھ لو! یہ صاحب جو مدافعانِ حرم کے خون کو مٹی میں رول رہے ہیں، چند دن بعد مر گئے تو سب لوگ انہیں شہید کہیں گے۔‘‘ میں نے تحمل سے جواب دیا: "میں ان صاحب کی موت دیکھ چکا ہوں۔ وہ ان ہی سالوں میں دنیا سے اس طرح رخصت ہوں گے کہ کوئی ان کیلئے کچھ نہ کر سکے گا، یہاں تک کہ ان کی موت سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی طریقت سے بہت دُور تھے۔ کچھ دن بعد ہم آپریشن کیلئے تیار ہوئے، ہم نے آدھی رات کے وقت خود کو ہتھیاروں سے لیس کیا۔ میں شہادت کیلئے مکمل طور پر آمادہ تھا۔ میں نے پی آر جی کی بندوق اٹھائی اور ان دوستوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا جن کی شہادت کا مجھے یقین تھا۔ میں نے سوچا ان لوگوں کے ساتھ رہنا میرے لئے بہتر ہو گا، ممکن ہے یہ سب ایک ساتھ ہی شہید ہو جائیں۔ ابھی فوجی دستوں نے حرکت نہیں کی تھی کہ جواد محمدی میرے پاس آیا، وہ تمام امور کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ خطہ کی خراب صورتحال کے پیشِ نظر وہ لوگ آپریشن کیلئے جا رہے ہیں لیکن وہ چاہتا تھا کہ میں آپریشن میں شریک نہ ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اپنے دوستوں کی ہمراہی میں شہادت کا رتبہ پانے کی خواہش رکھتا ہوں، میں نے اسے تاکید کرتے ہوئے کہا کہ یہی وہ لوگ تھے جن کے ساتھ ہم نے رات بسر کی اور اب وہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہونے والے ہیں۔ اب ہم دوسرے عالم میں بھی ایک ساتھ ہوں گے۔

حکم ہوا کہ دستے حرکت کریں جواد محمدی کو میں نے دیکھا جو میری طرف متوجہ تھا۔ نہیں معلوم کہ اس کے ذہن میں کیا چل رہا تھا! فوجی دستے چل پڑے۔ میں کئی گھنٹوں سے تیار اور سب سے آگے کھڑا تھا۔ میری خواہش تھی کہ میں ہی وہ پہلا جانباز بنوں جسے دھماکہ سے اُڑایا جائے۔ ابھی ہم چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ جواد محمدی موٹر بائیک پر آیا اور مجھے بڑے اصرار سے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلوں، ہمیں کسی اور طرف سے دشمن کی صف کو توڑنا ہو گا۔ مجھے اس کے حکم کو قبول کرنا چاہیے تھا لہٰذا میں بخوشی اس

کے ساتھ موٹر بائیک پر سوار ہو گیا۔ ہم تقریباً دس منٹ تک چلتے رہے یہاں تک کہ ایک چوٹی پر پہنچ گئے۔ جواد محمدی نے مجھے جلدی سے اُترنے کو کہااور سید یحییٰ کو آوازیں دینے لگا۔ سید یحییٰ اس کی آواز پر فوراً آپہنچا اور جواد کی موٹر بائیک پر سوار ہو گیا۔ میں نے جواد کو مخاطب کیا: "یہ کون سی جگہ ہے اور دشمن کی صفیں کہاں ہیں؟ہماری فورسز کدھر ہیں؟" جواد نے کہا: "پی آر جی بندوق اٹھاؤاور چوٹی کے اوپر پہنچو، وہاں ہمارے دستے موجود ہیں، وہ تمہیں سمجھادیں گے۔" جواد، یحییٰ کے ساتھ واپس چلا گیا اور میں چوٹی کے اوپر پہنچا۔ مجھے یہ جگہ بہت پرسکون اور بے خطر محسوس ہوئی، میں نے مورچہ میں بیٹھے چند لوگوں سے پوچھا کہ ہمیں کیا کرنا ہو گااور دشمن کی صفیں کہاں سے توڑنا ہوں گی تو ان میں سے ایک جوان بولا: ارے بیٹھ جاؤ! یہ صرف ڈیفنس لائن ہے، یہاں بیٹھ کر ہمیں صرف دشمن پر نظر رکھنا ہوگی۔ اب میں سمجھا کہ جواد محمدی نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔

اگلے دن آپریشن کے اختتام پر جب جواد سے سامنا ہوا تو میں نے کہا: "میں تمہیں کیا کہوں! اللہ تمہیں ہدایت دے۔ تم کیوں مجھے فرنٹ لائن سے ہٹا کر سب سے محفوظ جگہ پر لے گئے؟" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا: "تمہیں فی الحال شہید نہیں ہونا چاہیے، تمہیں لوگوں کو بتانا ہو گا کہ عالمِ برزخ میں کیا ہو رہا ہے! لوگ معاد (قیامت) کو بھول چکے ہیں، اسی لئے تمہیں ایسی جگہ لے گیا تا کہ تم فرنٹ لائن سے دُور رہو۔" اُسی رات میرے دوستوں نے دشمن کی صف پر حملہ کیا۔ سجاد مرادی اور سید یحییٰ براتی جو دستہ کے سب سے آگے کھڑے تھے، اولین شہداء میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد مرتضی زایرے، شاہ سنائی اور عبد المہدی.....

ایک مختصر وقت کہ جس میں ایک مشن کیلئے ہم دوست اکٹھے ہوئے تھے، اسے مکمل کرتے ہوئے یہ دوست پرواز کر گئے۔ یہ وہی منظر تھا جو میں عالمِ برزخ میں دیکھ چکا تھا۔ جواد محمدی بھی اگلے برس ان شہید دوستوں سے ملحق ہو گیا۔ اصفہان کے جن نوجوانوں کو ایران واپس بھیجا گیا، میں بھی اُن خالی ہاتھ مدافعانِ حرم میں شامل تھا۔ ایک حسرت اور تکلیف میرے پورے وجود میں پھیل گئی تھی۔

## باب نمبر ۳۱:

ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے کچھ عرصہ گزر چکا تھا۔ مدافع حرم دوستوں کی شہادت کے بعد میں بہت آزردہ تھا کیونکہ شہادت کے قریب پہنچ کر بھی اسے پانے میں ناکام رہا، میں بخوبی جانتا تھا کہ یہ سعادت میرے ہاتھ سے کیوں نکل گئی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ لوگ جو شہادت کے عاشق ہیں، ہر حرام نگاہ ان کی شہادت کو کم سے کم چھے ماہ موٴخر کر دیتی ہے۔ جس دن ہم شام جا رہے تھے، ہماری اور انطالیہ کی فلائٹ کا وقت ایک ہی تھا۔ ایئر پورٹ پر غیر مناسب لباس میں ملبوس چند لڑکیاں میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میری نظر اُن پر پڑی، میں اُٹھا اور اپنی جگہ تبدیل کر دی لیکن چاہنے کے باوجود میری توجہ نہ ہٹ سکی۔ میرے دوست ایسی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نامحرم کی ان کے ساتھ نشست نہ ہو۔ وہ جوان لڑکیاں ایک بار پھر میرے سامنے آ گئیں، شاید سوچ رہی تھیں کہ میں بھی انطالیہ کا مسافر ہوں۔ خیر جو بھی تھا، خدا کی طرف سے میرے ایمان و اعتقاد کا امتحان لیا جا رہا تھا۔ گویا شیطان اور اُس کے یار آئے تھے تاکہ مجھ پر ثابت کر دیں کہ میں شہادت کیلئے ابھی آمادہ نہیں ہوں۔ اگرچہ میں نے ان لڑکیوں کی اداؤں کا کوئی جواب نہ دیا لیکن بدقسمتی سے میں اس امتحان میں پاس ہونے کے کم سے کم نمبر بھی حاصل نہ کر سکا۔

شام میں جو لوگ میرے دوستوں کے گروپ میں شامل تھے، ان میں سے چند ایک ایسے بھی تھے جن کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ شہداء میں سے ہیں۔ ان میں سے ایک علی خادم تھا جو انتہائی سادہ مزاج اور دل میں اترنے والی شخصیت کا مالک تھا۔ بہت ہی دھیما اور مخلص! ایئر پورٹ پر اُس نے بیٹھنے کیلئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا کہ اس کی نظر حرام سے آلودہ نہ ہو جائے۔ ہمارے دوستوں کی شہادت کو موقع پر علی بھی زخمی ہوا تھا لیکن وہ ایران واپس آ گیا۔ میں سوچتا تھا کہ اگر علی شہید ہو گا تو کیسے اور کہاں؟ ایک اور دوست جو ایران میں رہائش پذیر تھا، اس کا نام اسماعیل کرمی تھا۔ وہ مدافعانِ حرم میں شامل نہیں تھا لیکن میں نے اسے ان شہداء کے ساتھ دیکھا جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو رہے تھے۔ میری اور اسماعیل کی بہت اچھی دوستی تھی۔ سن ۲۰۱۸ کے دوران مجھ سے ملنے آیا، کافی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ رخصت ہوتے ہوئے اس نے بتایا کہ اُس کی سرحدی

علاقہ میں ڈیوٹی لگی ہے اور وہ وہیں جارہا ہے۔ ہمارے دوست بلوچستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں سیکیورٹی کے معاملات کچھ اس طرح سے ہیں کہ پاسداران کے دوستوں کی ڈیوٹی وہاں لگادی جاتی ہے۔ اگلے دن میں نے علی خادم کا سراغ لگایا تو پتہ چلا کہ وہ بلوچستان میں ہے۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے اس کی شہادت بلوچستان میں لکھی ہوئی ہو۔ میں نے بلا تاخیر کمانڈ آفس سے رابطہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے فوراً مشرقی سرحدوں پر بھیج دیا جائے، مگر مجھے بلوچستان جانے کا این او سی نہیں ملا۔ اسی طرح کچھ دن گزر گئے، میں اپنے دوستوں سے رابطہ میں تھا لیکن ان کے ساتھ شامل نہ ہو سکا۔ اپریل ۲۰۱۹ کے ایام میں ایک خبر نشر ہوئی۔ خبر مختصر تھی لیکن ہم دوستوں کیلئے بہت بڑے صدمہ کا باعث تھی۔ ایک تکفیری دہشت گرد نے سپاہ پاسداران کی بس میں خود کو دھماکہ سے اُڑادیا تھا۔ بس کے کئی سپاہی جو اپنی ڈیوٹی سے واپس جارہے تھے، اس دھماکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ میں نے ان سپاہیوں میں شامل اپنے دوستوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اگلے دن شہداء کی لسٹ جاری ہوئی جس میں علی خادم اور اسماعیل کرمی کے نام بھی شامل تھے۔

## باب نمبر ۳۲:

جب میں اُس شہید سے گفتگو کر رہا تھا تو وہ کائنات کی دوسری سمت (مرحلے) کے بارے میں دلچسپ موضوعات بتا رہا تھا۔ اس نے ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "انسان کی بہت سی مشکلات اللہ پر توکل اور شہداء سے درخواست کرنے کی بدولت آسان ہو جاتی ہیں۔ مقامِ شہادت اللہ کی بارگاہ میں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ برزخ میں داخل ہونے سے قبل اسے سمجھنا ممکن نہیں۔ عمر کے اس حصہ میں خلوصِ نیت سے بندگی اور اللہ کے بندوں کی خدمت کریں اور دعا کریں کہ آپ کی موت بھی شہادت پر ہو۔" بعد میں اس شہید نے کہا: "یہاں جنتی تتلیوں کی مانند اہلِ بیت علیہم السلام کے گرد حلقہ بنا کر اُن کے نورانی وجود سے مستفید ہوتے ہیں۔" میں نے جنت کی ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جو شہداء کیلئے ہوتی ہیں! محلات، حوریں وغیرہ.... جواب دیا: "تمام نعمتیں حَسین ہیں، لیکن اگر آپ کو اہلِ بیت علیہم السلام کی محفل میں حاضر ہونے کا لطف حاصل ہو جائے اور آپ اس کا ادراک کر لیں تو ایک لمحہ کیلئے بھی ان ہستیوں سے دُور ہونا گوارا نہیں کریں گے۔" میں نے دیکھا کہ بعض شہداء نے جنت کی حوروں کی طرف رُخ نہیں کیا۔ وہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے نورانی جمال میں اس قدر جذب ہو گئے تھے کہ باقی نعمتوں کی طرف ان کا رجحان ختم ہو گیا۔

ہماری گفتگو ختم ہو گئی لیکن یہ نکتہ کہ جنتی حوروں کا حُسن، اہلِ بیت علیہم السلام کے نورانی جمال سے قابلِ مقایسہ نہیں ہے، میں نے اس عجیب روداد میں درک کیا۔

نوجوانی کے دوران جب میں مسجد کی بسیج میں خدمات انجام دیا کرتا تھا تو رات کے وقت مسجد کے پیچھے واقع قبرستان میں ہماری آمد و رفت رہتی تھی۔

ہم حسبِ سابق خالی قبروں میں اُتر کر اپنے دوستوں کو ڈرایا کرتے تھے۔ لیکن ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں ایک قبر میں داخل ہوا تو اچانک مجھے محسوس ہوا کہ برابر کی قبر کی دیوار تھوڑی سی گر گئی ہے اور قبر کے اندر نصب شدہ لحد (وہ پتھر جو جنازہ کو قبر میں اتارنے کے بعد اس کی دیواروں پر رکھے جاتے ہیں اور ان کے اوپر مٹی ڈالی جاتی ہے) نظر آ رہے ہیں، میں نے تاریکی میں

دیوار کی بعض دراڑوں سے دیکھا تو اندر انسانی ہڈیاں نظر آئیں، قبر کے اوپر کی نشانیوں سے لگ رہا تھا کہ قبر کسی خاتون کی ہے۔ اسی وقت میرا ایک دوست قبر میں داخل ہوا، وہ چاہ رہا تھا کہ برابر کی قبر سے ہڈیوں کو اٹھائے۔ میں نے اسے منع کیا اور سمجھایا لیکن وہ نہ مانا، میں وہاں سے چلا گیا۔ چند لمحے بعد میرے دوست کے چیخنے کی آواز آئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے کیا منظر دیکھا جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو کر چیخنے لگا۔ میں واپس پلٹا اور اسے قبر سے باہر نکالا اور خود فوری طور پر قبر میں داخل ہوا، قبر میں موجود شگافوں کو چند اینٹیں لگا کر بند کیا اور اس پر مٹی ڈال دی۔ میں نے اس مرحومہ کی قبر کی دیوار کو مکمل طور پر ٹھیک کر دیا تھا۔

کائنات کی دوسری سمت جب مجھے یہ منظر دکھایا گیا تو مجھ سے کہا گیا: "وہ قبر جسے تم نے مرمت کیا، ایک مومنہ اور متقی خاتون کی تھی۔ تمہارے اس عمل اور اُن کی دعاؤں کی وجہ سے چند جنتی حوریں جنت میں تمہاری منتظر ہیں۔" اُسی لمحہ اہلِ بیت علیہم السلام کا نورانی وجود میرے سامنے آیا اور میں ان کے نورانی چہروں کے دیدار سے مدہوش ہو گیا۔ دوسری جانب سے جنت کی حوروں کا حَسین چہرہ مجھے دکھایا گیا۔ لیکن اہلِ بیت علیہم السلام کے نورانی چہروں کے سامنے جنت کی حوروں کی کیا حیثیت! میں نے وہاں پر کوئی چیز اہلِ بیت علیہم السلام کے جمال کی مانند حَسین نہیں دیکھی۔

ایک اہم نکتہ جسے میں نے وہاں سمجھا اور بہت قیمتی بات یہ تھی کہ شہادت کی توفیق ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ خالص اور مخلص انسان جو تمام دنیاوی وابستگیوں سے دل کو دُور کر لے، شہادت کے لائق بنتا ہے۔ شہادت حادثہ نہیں، بلکہ انتخاب ہے، ایک دانشمندانہ انتخاب جس کیلئے اپنے دل کو اُن تمام گرہوں سے آزاد کرنا پڑتا ہے جو دنیاوی خواہشات سے بندھی ہوئی ہوں۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں تاکہ آپ میری بات بہتر سمجھ سکیں۔ اس رات مورچہ میں جب اپنے دوستوں کے ساتھ تھا اور میں نے بتایا تھا کہ کون کون شہید ہو جائے گا!! ایک دوست کو میں نے تاکید کی کہ تم بھی کل باقی دوستوں کے ساتھ شہید ہو جاؤ گے۔ اگلے روز محاذ پر آپریشن کے دوران ہماری فورسز کے ٹینک پر لانچر کے حملہ میں سید یحییٰ اور سجاد شہید ہو گئے۔ اسی ٹینک کے برابر میں ہمارا وہ دوست جس کی شہادت کے بارے میں بتا چکا تھا، داعش کی شدید گولہ باری کی زد میں آنے کے باوجود پناہ گاہ کی طرف زندہ لوٹ آیا! مجھے بڑا تعجب ہوا۔ کیا میں نے غلط دیکھا تھا؟!

اس واقعہ کو دو تین سال گزر گئے۔ ایک دن دفتر میں وہی دوست مجھے ملنے آیا، مختصر حال احوال جاننے کے بعد کہنے لگا: "میں بہت پشیمان ہوں، بہت زیادہ!" میں نے حیرت سے پوچھا: کس بات پر پشیمان ہو؟ کہنے لگا: یاد ہے تم نے مجھے شام (سوریہ) میں شہادت کی خبر دی تھی؟ اس دن جب ٹینک پر نشانہ لگا، میں ایک گڑھے میں گر گیا۔ ہم بیابان کے بیچ دشمن کے عین نشانے پر تھے

اور مجھے یقین تھا کہ اب میں شہید ہو جاؤں گا۔ یقین مانو، میں نے دیکھا کہ میرے دوست آسمان کی طرف اڑان بھر چکے ہیں لیکن اُسی لمحے میرے چھوٹے بچے میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ میں ان سے اپنی دلی وابستگی نہ توڑ سکا! میں نے دل ہی دل میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے عرض کیا: "بی بی جان! میں اس لائق نہیں کہ آپ کے حرم کا دفاع کر سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کے پاس واپس چلا جاؤں۔" ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے محسوس کیا کہ کوئی غیبی طاقت میری مدد کو آئی ہے! ایک ہاتھ میرے سر کے نیچے قرار پایا اور اس نے مجھے گڑھے سے باہر نکالا۔ اس وقت گولیوں کی برسات کا تھمنا مشکل لگ رہا تھا۔ میں پیچھے کی طرف پلٹ رہا تھا اور کانوں کے پاس سے گزرتی ہوئی گولیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی، لیکن حیرت انگیز طور پر کوئی گولی یا مارٹر کا ٹکڑا مجھے نہیں لگا، گویا غیبی طاقت میری حفاظت کر رہی تھی کہ میں واپس لوٹ آؤں لیکن اب میں بہت پشیمان ہوں۔ مجھے نہیں پتہ کہ اس لمحہ میں نے ایسا کیوں سوچا، شہادت کی توفیق ہمیشہ انسان کو نہیں ملتی۔ وہ یہ کہتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے....

بالکل اسی طرح کی وضاحت دیگر مدافعانِ حرم جو کہ جانباز بھی تھے، دیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: جب مجھے گولی لگی، میں زمین پر گر گیا اور روح میرے تن سے جدا ہو گئی اور میں آسمان کی طرف پرواز کرنے لگا۔ تب میرے دل کی آواز مجھے کہتی کہ چلے جاؤ لیکن میں کہتا تھا میری بیوی بہت اکیلی ہے۔ کتنا برا ہو گا اگر وہ جوانی میں بیوہ ہو جائے۔ مجھے اس سے بہت محبت ہے! اسی کھچاؤ اور لبیک نہ کہنے کی وجہ سے مجھے نیچے کی طرف پھینک دیا گیا اور میری روح بڑی تیزی سے دوبارہ جسم میں داخل ہو گئی۔ عین اس لمحہ کہ جب شہداء کے جنازوں کو گاڑی سے ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، سب متوجہ ہوئے کہ میں زندہ ہوں۔

ایسی ہی داستان سپاہ کی بس پر حملے میں زخمی ہونے والے ایک شخص کی تھی۔ اس نے بتایا: جوں ہی دھماکہ ہوا میں بھی دسیوں شہید فوجیوں کے ہمراہ آسمان کی طرف گیا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ میرے دوست مجھ سے الگ ہوئے اور ملائکہ کے استقبال کے ساتھ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گئے، جب میری باری آئی تو مجھ سے کہا گیا کیا تم ان کے ہمراہ جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، لیکن اچانک مجھے اپنی بیوی اور بچوں کی یاد آئی جن کی محبت میرے دل پر قبضہ کر چکی تھی۔ مجھے اسی لمحہ شہداء کی محفل سے نکال دیا گیا اور میں فوری طور پر اپنے جسم میں واپس پلٹ آیا۔

اب مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے کیوں غفلت کی؟ کیا اللہ تعالیٰ خود شہداء کے لواحقین کا مددگار نہیں ہے؟ میں نے بڑی بھاری غلطی کی، لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ شہادت ایسی توفیق ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

# باب نمبر ۳۳:

## حسرت

یہ بات یاد دلاؤں کہ میں اپنے دوستوں کی شہادت کے بعد مشرقی سرحد پر روانہ ہو گیا، ایک عرصہ تک فرائض انجام دیتا رہا لیکن مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی۔ ایک دن میں نے دو پاسداران کو دیکھا جو ہمارے بیس کیمپ میں آئے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی میری کیفیت بدل گئی، ان دونوں کو بھی میں نے شہداء کے ساتھ دیکھا تھا جو کٹے ہوئے سَروں کے ساتھ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو رہے تھے۔ میں نے اپنے اطمینان کیلئے ان سے پوچھا: آپ دونوں کا نام محمد ہے نا؟ ان کا جواب ہاں میں تھا۔ وہ منتظر تھے کہ میں مزید بات کروں لیکن میں نے بات کا رُخ موڑ دیا اور اپنی کیفیات کے حوالے سے کچھ نہ کہا۔ میں دل میں شہادت کی حسرت لئے دفتری امور میں مصروف رہا۔ ایک دن میں نے اپنے دفتر کے کمرہ نماز میں دو جوان لڑکوں کو دیکھا جو ایک دوسرے کے برابر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا، ان کے چہرے جانے پہچانے سے تھے۔ میں نے ایک جوان سے کہا: ''آپ کا چہرہ مانوس سا لگ رہا ہے لیکن یاد نہیں کہ آپ کو کہاں دیکھا ہے، کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟'' جب اس نے اپنا نام بتایا تو میرے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور مجھے آپریشن تھیٹر کا منظر یاد آ گیا۔ میں نے بلا توقف دوسرے جوان سے کہا: آپ کا نام یقیناً حسین آغا ہے، درست؟ اس نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ منتظر تھے کہ میں انہیں بتاؤں کہ میں ان کو کیسے جانتا ہوں لیکن میری کیفیت رقت آمیز تھی سو میں ان کو خدا حافظ کہہ کر چلا آیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ان دو پاسداران کو جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ دونوں ایک ساتھ شہید ہوئے اور وقتِ شہادت اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر اپنے ذہن کی طرف رجوع کیا۔ میرے دفتر کے چند افسران اور پانچ نوجوان تھے جو اب الگ الگ اداروں میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ میں نے ان سب کو شہید ہوتے دیکھا تھا۔ ان پانچ نوجوانوں کی شہادت ایک ساتھ ہونا تھی۔ اپنے ادارے سے باہر کے چند لوگوں کو بھی میں نے دیکھا تھا جو شہید تھے۔

گو کہ یہ محض تین منٹ کی رُوداد ہے لیکن میرے لئے کائنات کے دوسرے عوالم میں حاضری اور حساب رسی کے مشکل ترین مراحل ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس رُوداد کی ذیل میں ایسے کئی موضوعات ہیں جو کئی سال گزرنے کے بعد مختلف صورتحال کے دوران مجھے یاد آئے۔ چند دن پہلے کی بات ہے میری رُوداد کا پہلا ایڈیشن شائع ہو چکا تھا، تہران سے کوئی ذمہ دار (اہل کار) معائنہ کی غرض سے آیا، جونہی میرے کمرے میں داخل ہوا مجھے سلام کیا اور قریب آ کر ملا۔ اس نے مجھے میرے نام سے پکارا اور خیریت دریافت کی۔ میں اسے پہچان نہ سکا لیکن جواباً الحمد للہ کہا۔ وہ میری کیفیت بھانپ گیا، اس نے مجھے یاد دلایا کہ دس سال قبل ہم کسی دفتر میں مختصر وقت کیلئے عملہ کے ساتھی رہ چکے ہیں۔ پھر اس نے کہا: ''میں نے 'تین منٹ قیامت میں' کا مطالعہ کیا ہے۔ میں پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ آپ کی رُوداد ہے۔ ایسا ہی ہے نا؟'' میں نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر کچھ دیر بعد انہوں نے بتایا کہ ان کے ایک رشتہ دار اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بہت بدل گئے ہیں اور لاکھوں کی رقم انہوں نے ردِ مظالم، حق الناس اور بیت المال کی مد میں لوٹا دی ہے۔

معمول کی گفتگو کے بعد وہ شخص واپس چلا گیا اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا ہے۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ یہ شخص بھی ان شہداء میں شامل تھا جو میرے برابر سے گزر کر بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گئے۔ ایسے تمام دوستوں کا دیدار میری حسرت میں اضافہ کر دیتا ہے اور میں خدا سے کہتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے شہادت کی موت نصیب نہ ہو!

## باب نمبر ۳۴:

"تین منٹ قیامت میں" اللہ کی مدد سے چھپی، لوگوں کی بہت اچھی پذیرائی ملی اور بہت سے لوگوں نے بتایا کہ اس کتاب کا ان پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ کئی بار مختلف محافل میں یا دوستوں سے ملاقات کے دوران یہ کتاب مجھے ہدیہ میں ملی۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس کتاب کا راوی میں ہی ہوں لیکن میں نہایت خوش تھا کہ اس کتاب نے لوگوں کی روحانی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔

ایک دن میں صبح کے وقت معمول کے مطابق ہائی وے کے راستے دفتر جا رہا تھا، ایک نہایت بے حجاب خاتون سڑک کے کنارے ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے دور سے دیکھا کہ وہ مجھے اشارہ کر رہی ہیں، سڑک خالی تھی اور موسم بھی ٹھیک نہیں تھا اس وجہ سے میں رُک گیا اور خاتون میری گاڑی میں سوار ہو گئیں۔ بغیر کسی تمہید کے سلام کیا اور کہنے لگیں کہ مجھے ہسپتال جانا ہے .... میں ڈاکٹر ہوں، آج صبح میری گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ آپ کس راستے سے جا رہے ہیں؟

میں نے کہا: "میرا دفتر اسی ہسپتال کے قریب ہے، میں آپ کو پہنچا دوں گا۔" اس دن کتاب کی چند جلدیں پچھلی سیٹ پر پڑی ہوئی تھیں۔

خاتون نے ایک کتاب اٹھائی اور پڑھنے میں مصروف ہو گئیں۔ بعد میں کہنے لگیں:

معذرت میں نے آپ سے اجازت نہیں لی، کیا میں یہ کتاب پڑھ سکتی ہوں؟ میں نے کہا: "یہ کتاب آپ رکھ لیں، آپ کیلئے تحفہ ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں۔" انہوں نے شکریہ ادا کیا اور چند منٹ بعد میں نے ہسپتال کے سامنے گاڑی روک دی، وہ بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی سے اتر گئیں۔

میں نے ارد گرد نظر دوڑائی کہیں میرا کوئی کولیگ مجھے اس موقع پر دیکھ نہ لے! اتنا ہی کافی تھا کہ کوئی اُس خاتون کو اس حلیہ میں میری گاڑی سے اترتا ہوا دیکھ لے اور.....

چند مہینے گزر گئے اور میں بھی یہ واقعہ بھول گیا، یہاں تک کہ ایک دن شام کو کام کا وقت ختم ہونے پر معمول کے مطابق گاڑی میں بیٹھا اور دفتر کے مرکزی دروازے سے باہر آیا۔ جوں ہی مین روڈ تک پہنچا، میں نے دیکھا ایک خاتون سر پر چادر اوڑھے ہوئے فٹ پاتھ سے سڑک پر آئیں اور اشارہ کیا۔

میں نے گاڑی روک دی۔ میں خاتون کو نہیں پہچان سکا، لیکن شاید وہ مجھے اچھی طرح پہچان گئی تھیں! میں نے گاڑی کا شیشہ اتارا، وہ آگے بڑھیں اور سلام کرنے کے بعد کہنے لگیں: آپ نے مجھے پہچانا؟ وہ ایک جوان خاتون تھیں میں نے سر جھکا لیا اور کہا معذرت میں نے نہیں پہچانا۔ کہنے لگیں: ”میں وہی ڈاکٹر ہوں جسے آپ نے چند ماہ پہلے صبح کے وقت ہسپتال کیلئے لفٹ دی تھی۔ آپ سے چند منٹ بات کرنی ہے!“

میں نے کہا: ”جی ٹھیک ہے، آپ خیریت سے ہیں؟“ یہ ادب کا تقاضا نہیں تھا کہ میں گاڑی میں بیٹھا رہوں اور دوسری طرف سے یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ ایک انجان اور جوان خاتون دفتر کے سامنے میری گاڑی میں بیٹھ جائے۔ میں نے گاڑی کو پارک کیا اور اتر کر فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا، میں نظریں جھکائے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ کہنے لگیں: ”سب سے پہلے مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ اس کتاب (تین منٹ قیامت میں) کے راوی ہیں؟ وہی کتاب جو اُس دن آپ نے مجھے تحفہ میں دی تھی، درست ہے نا؟ ”میں چاہتا تھا کہ جواب نہ دوں لیکن خاتون نے بہت اصرار کیا۔ میں نے کہا: ”جی ہاں، بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں!

اس نے کہا: ”اللہ کا شکر ہے، میں نے بہت ڈھونڈا، کتاب میں بیان شدہ مضامین اور وہ راستہ جس سے آپ آئے تھے۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ اِس دفتر میں کام کرتے ہیں۔ آپ کے کولیگز سے پتہ کروایا، ابھی بھی تقریباً دو گھنٹے ہو گئے ہیں، میں سڑک پر کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟“ جواب دیا: ”اس کتاب نے میرے معمولاتِ زندگی کو درہم برہم کر دیا ہے اور میں معاد (آخرت) کے موضوع پر بہت زیادہ سوچنے لگی ہوں۔ یہ کہ ایک دن میری جوانی کا دَور ختم ہو جائے گا اور میں بوڑھی ہو جاؤں گی، پھر چل بسوں گی۔ میں اللہ کو کیا جواب دوں گی؟ اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ میں دینی معاملات کا لحاظ نہیں کرتی تھی لیکن ایک عقیدت مند گھرانے میں پروان چڑھی ہوں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے ایک ہفتہ بعد اپنی تنہائیوں میں

خوب سوچا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ مکمل توبہ کروں۔ میں اپنے گناہوں کو بیان نہیں کر سکتی لیکن میں نے قطعی فیصلہ کر لیا تھا کہ ان کو چھوڑ دوں گی۔ عین اُس دن جب میں نے فیصلہ کیا، میرا خوفناک ایکسیڈنٹ ہوا اور میں نے موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میں نے واضح طور پر دیکھا کہ روح میرے تن سے جدا ہو گئی ہے لیکن آپ کی طرح مہربان ملک الموت، جنت اور حسین مناظر نہیں دیکھے! مجھے دو ملائکہ نے پکڑا ہوا تھا تاکہ مجھے عذاب کی طرف لے جائیں، میرے ساتھ کوئی مہربان نہیں تھا، میں نے آگ کو دیکھا۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں ایسے حلقے پہنا دیے گئے جن سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے بے دھڑک کہا کہ میں نے آج توبہ کی ہے۔ میں نے واقعی نیت کی ہے کہ اپنے پرانے اعمال نہ دہراؤں۔ اُن دو ملائکہ میں سے ایک جو میرے برابر کھڑا تھا کہنے لگا: ”ٹھیک ہے، ہم تمہاری بات قبول کرتے ہیں۔ تم نے واقعی توبہ کی ہے اور اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ تمہارے تمام برے اعمال مٹا دیے گئے ہیں، لیکن حق الناس کا کیا کروں گی؟“ میں نے کہا: ”میں اپنی تمام برائیوں کے باوجود پوری کوشش کرتی تھی کہ کسی کا حق اپنی گردن پر نہ آنے دوں، یہاں تک کہ اپنی ڈیوٹی پر مقررہ وقت سے زیادہ دیر تک رُکا کرتی تھی تاکہ کوئی مسئلہ باقی نہ رہے۔ میرے تمام مریض مجھ سے راضی ہیں اور....

اس فرشتے نے کہا: ”آپ کی بات درست ہے، لیکن گیارہ سو مرد ایسے ہیں کہ جن کا حق آپ کی گردن پر ہے اور آپ ان کی مقروض ہیں!“

میرے چہرے پر حیرت تھی۔ خاتون نے اپنی بات جاری رکھی۔ فرشتے نے کہا: "اللہ نے آپ کو اچھا قد کاٹھ اور حسین چہرہ عطا کیا، لیکن آپ نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟!

آپ نامناسب اور تنگ لباس، میک اپ زدہ چہرے اور رنگ شدہ بالوں کے ساتھ بغیر حجاب کے گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں، اتنی تعداد کے مرد آپ کو دیکھنے سے مختلف مشکلات سے دوچار ہوئے۔ ان میں سے کئی ایک کی بیویاں آپ جیسی حسین نہیں تھیں لہٰذا آپ نے ان کے درمیان تنازعہ کھڑا کیا۔ بعض جوان مرد جو آپ کے کولیگ یا مریض تھے، آپ کا حُسن دیکھنے سے گناہ میں مبتلا ہو گئے اور ... میں نے کہا: اچھا، تو وہ اپنی نظریں جھکا لیتے اور مجھے نہ دیکھتے!

جواب ملا: اگر آپ صحیح لباس اور حجاب کا خیال کرتیں، حد سے تجاوز نہ کرتیں اور شرعی حدود کو ملحوظ خاطر رکھتیں اور پھر بھی وہ آپ کو دیکھتے تو آپ پر کوئی گناہ نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں (مرد و عورت) کو قرآن میں حکم دیا ہے کہ اپنے نگاہیں نیچی رکھیں

۔ لیکن اب اس وجہ سے کہ آپ نے حجاب کے بارے میں اللہ کے احکامات کی پابندی نہیں کی اوران مردوں کے گناہ میں شریک رہیں،اور یہ کہ آپ ان کی مشکلات کی وجہ بنی ہیں۔ یہ عمل لوگوں کی پُرسکون زندگی کو تباہ کرتا ہے۔ آپ نے ان کی زندگیوں کا سکون چھینا ہے اور یہ حق الناس ہے۔ لہٰذا اب ان گیارہ سو افراد کے حق الناس کی وجہ سے آپ پریشانی،عذاب اور اللہ کی گرفت میں رہیں گی یہاں تک کہ وہ ایک ایک کرکے عالمِ برزخ میں آئیں اور آپ ان کی رضامندی حاصل کرسکیں۔

خاتون نے کہا: میں اپنا دفاع نہیں کرسکی اور جو انہوں نے کہا میں نے قبول کیا۔ اس کے بعد مجھے عذاب کے مقام پر لے گئے۔ وہ سب کچھ جو جہنم کی آگ اور عذاب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، میں نے پوری طرح سے دیکھا۔ عین اسی لمحہ جب مجھے آگ میں ڈالا جارہا تھا، اچانک آپ کی کتاب اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے توسل کی بات یاد آئی۔ اسی جگہ میں نے فریاد کی اور کہا: پروردگار آپ کو میری ماں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے حق کا واسطہ، مجھے ایک اور موقع دیجئے تاکہ ان برے اعمال کا ازالہ کرسکوں ۔ پروردگار!! جوں ہی میں نے یہ جملہ کہا، گویا میری روح جسم کے اندر پھینک دی گئی! میرے زندہ ہونے کی نشانیاں ظاہر ہونے پر مجھے ہسپتال منتقل کردیا گیا اور چند ماہ کے علاج کے بعد میں مکمل صحت یاب ہوچکی ہوں، لیکن صرف آگ کے حلقہ کا نشان میرے جسم پر باقی ہے۔ جب میں ہوش میں آئی تو میرے ہاتھ اور کلائیاں جل رہی تھیں اور تاحال یہ مشکل حل نہیں ہوئی!

میرا خیال ہے کہ اللہ چاہتا تھا کہ میں ان لمحات کو بھول نہ جاؤں۔ میں اپنی توبہ پر قائم ہوں اور میں نے پچھلے گناہوں کو ترک کردیا ہے۔ باقاعدہ نماز ادا کرتی ہوں یہاں تک کہ قضا نمازیں بھی پڑھتی ہوں۔ لیکن جو چیز مجھے آپ کی طرف کھینچ کر لائی ہے وہ یہ ہے کہ آپ میری مدد کریں۔ مجھے بتائیے کہ میں کس طرح ان گیارہ سو افراد کو ڈھونڈوں اور اُن سے حلالیت طلب کروں؟

خاتون کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ غم آلود لہجہ میں اپنی بات دہرا رہی تھیں۔ مجھے بھی کوئی حل سمجھ نہیں آیا سوائے اس کے کہ انہیں کسی روحانی اور ربانی عالمِ دین تک پہنچادوں۔

## باب نمبر ۳۵:

# سوال و جواب

کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپنے کے بعد بے تحاشہ لوگوں نے رابطہ کیا۔ کچھ افراد جو اس کتاب کو پڑھ کر منقلب ہو گئے اور شکریہ کیلئے رابطہ کر رہے تھے، کوئی شخص اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اتنا منقلب ہوا کہ اس نے لاکھوں روپے کی رقم (دس ملین تومان) بیت المال میں واپس لوٹادی، یا ایسا نوجوان جو غیر اخلاقی کاموں میں الجھا ہوا تھا اور اب اس نے وہ تمام کام ترک کر دیے اور اپنے والدین سے صلح بھی کر لی۔

لیکن ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے کتاب میں بیان شدہ موضوعات پر تنقید کی۔ اس حوالہ سے ایک عالمِ دین جو معاد کے بارے میں وسیع مطالعہ رکھتے تھے، انہوں نے اس کتاب کو اپنے علاقہ کی مسجد اور لوگوں تک پہنچایا۔ وہ ہر رات کتاب کا ایک باب منبر سے بیان کرتے اور پھر جوانوں کیلئے سوال و جواب کی نشست رکھتے تھے، ہم نے بھی لوگوں کی طرف سے آئے ہوئے سوالات اسی محفل میں بیان کئے اور ان سمیت دیگر علمائے کرام کے جوابات حاصل کئے جو اس باب میں بیان کئے گئے ہیں۔

سوال 1: کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک تہمت کی وجہ سے مجبور ہو جائے کہ ایک امام بارگاہ یا بے تحاشہ خیرات کا ثواب جس کیلئے بہت ساری مشکلات اٹھائی گئی ہوں، گنوا دے؟

جواب: جس طرح سے اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے، مومن کی حرمت (عزت) کعبہ سے بالاتر ہے۔ بعض تہمتیں انسان کی عزت کو نشانہ بناتی ہیں اور اُس کی کئی سالوں کی زحمتوں کے نتیجہ کو بے دھڑک تباہ کر سکتی ہیں، کچھ لوگوں کے بقول تلوار کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان سے لگایا ہوا زخم نہیں بھرتا.....

اخلاق کی کتب جیسا کہ "معراج السعادہ" اور "سیاحت غرب" میں نشاندہی کی گئی ہے کہ بعض افراد ایک ناحق فیصلہ، قیاس یا تہمت کی وجہ سے برزخ میں دردناک عذاب کے متحمل ہوئے ہیں۔ یہ مختلف طرز کے عذاب اس وجہ سے ہیں کہ جو گناہ

انہوں نے انجام دیے، وہ بہت بڑے تھے۔ جب اس کتاب کے راوی سے ان تہمتوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ اس شخص نے میری عزت کو اُچھالا اور مسجد کے لوگوں کا ذہن میرے بارے میں تبدیل ہو گیا۔ اسی وجہ سے اُسے اِس گناہ کے ازالہ کیلئے اتنا بڑا اخسارہ اٹھانا پڑا۔

سوال 2: کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص محض تین منٹ میں ان تمام مناظر کو دیکھ کر واپس آجائے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ کتاب میں بھی تذکرہ ہو چکا ہے کہ جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو زمان و مکان کا موضوع کوئی معنی نہیں رکھتا، چاہے وہ ایک سیکنڈ ہو یا دس ہزار سال!

مجھے یاد ہے کہ میں کسی خاتون کی موت کے قریب کے تجربہ کی روداد پڑھ رہا تھا جو بہت مفصل اور دلچسپ تھی۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس خاتون کے دل کی حرکت محض دس سیکنڈ کیلئے رکی تھی! شاید ایک وجہ یہ ہو کہ سورہ معارج میں روزِ قیامت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اسی وجہ سے کائنات کی دوسری طرف وقت (زمان) اُس تصور سے جو ہم اِس دنیا میں رکھتے ہیں، بہت مختلف ہے۔ اِس موضوع کو بعض لوگ خواب میں سمجھ جاتے ہیں۔

سوال 3: کیا وجہ ہے کہ اکثر وہ لوگ جن کا موت کے قریب کا تجربہ ہے، صرف عشق، پاکیزگی اور نورِ الٰہی کا تصور بیان کرتے ہیں، لیکن اس کتاب کے راوی نے اعمال کا حساب و کتاب بیان فرمایا ہے؟

جواب: جو فرق اس کتاب میں پایا جاتا ہے بہ نسبت ان تمام لوگوں کے جن کو موت کے قریب کا تجربہ حاصل ہوا ہے، وہ راوی کے اعمال کے حساب کتاب کا بیان ہے۔ انہوں نے نور کے جھروکوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی۔ ان کے مطابق غالباً یہ طے نہیں تھا کہ وہ اس دنیا میں واپس آئیں گے، لہٰذا ان کے اعمال کے حساب کتاب کا مرحلہ شروع ہوا۔ شاید اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ کتاب کے راوی کے ذریعہ ہم اپنے اعمال اور انجام پر غور کریں اور خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔

لیکن ان تمام افراد میں جو مشابہت پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ واپس آنے کے بعد بے حد محبت اور رضائے الٰہی کیلئے خلوصِ نیت سے کام کرنے والے بن جاتے ہیں۔ ان کے تمام اعمال میں اللہ سے لَو کی جھلک نظر آتی ہے۔ کتاب کے لکھاری نے بتایا: چند دن تک میں کتاب کے راوی کے دفتر میں حاضر ہوتا رہا، میں نے دیکھا کہ جو کوئی بھی کام کے لئے ان سے رجوع کرتا، وہ اُس کا کام پوری طرح انجام دینے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ سپاہی اور عملہ کے ارکان اُن سے خلوصِ دل سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ بھی مخلص ہو کر سب کیلئے محنت کرتے تھے۔ جب میں نے ان سے اس محنت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے: ہمارے پاس ایک مختصر موقع ہے تاکہ رضائے الٰہی کیلئے بندگانِ خدا کی خدمت کریں۔

جو لوگ موت کے قریب کا تجربہ کر چکے ہیں، ان کو اکثر اِس طرح کے جملے اپنی روداد میں بیان کرتے ہوئے سنا ہے ۔ اس تجربہ کے بعد ان کی زندگی کا ہر پہلو رضائے الٰہی کیلئے وقف ہو جاتا ہے اور وہ بندگانِ خدا کی خدمت شوق سے کرتے ہیں۔ البتہ ان کے بیان کردہ واقعات میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ جو کام عاشقانہ اور خالصانہ خدا کیلئے انجام دیا جائے، قیمتی ہو جاتا ہے ورنہ..... جیسے ایک انسان کی زندگی بچانے کی داستان میں بتایا گیا تھا کہ جب کوئی کام غیرِ خدا کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے تو وہ اپنی قدر کھو دیتا ہے۔

سوال 4: نامحرم سے واسطہ کے موضوع پر انہوں نے بہت سخت انداز اختیار کیا ہے۔ کیا وہ معاشرہ کی صورتحال نہیں جانتے، یا مغربی ممالک کی صورتحال سے بے خبر ہیں؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان کا کسی بھی صورت میں نامحرم سے واسطہ نہ پڑے؟

جواب: اچھا سوال کیا ہے، اگر کسی گناہ کا معاشرے میں بہت زیادہ رواج ہو تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ وہ چھوٹا گناہ ہے یا سرے سے گناہ ہی نہیں۔ نامناسب لباس پہننا اور آزادی کے ساتھ نامحرم سے رابطہ قائم رکھنااُن گناہوں میں سے ہے جو انسان کی روزمرہ زندگی پر بہت بُرے اور سنگین اثرات مرتب کرتا ہے۔ موضوع بحث یہ نہیں ہے کہ آپ اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں ذہنی اور روحانی سکون ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس موضوع کو اہمیت دے۔

اس موضوع سے متعلق تمام مطالب جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں آیات و روایات ان کی تاکید کرتی ہیں۔ آپ تاریخ ملاحظہ فرمائیں کہ سَروں سے چادریں اتارنے اور عریانی کے کلچر کی ہمارے ملک اور مغربی ممالک میں کیا تاریخ ہے۔ آج

سے ساٹھ ستر سال پہلے تک ہماری مائیں اور بزرگ خواتین نقاب کیا کرتی تھیں۔ اُس دور کی ویڈیوز میں یہ بات واضح ہے اور اس موضوع کی اہمیت کی طرف نشاندہی بھی کرتی ہیں۔ حجاب کا موضوع گھروں اور خاندانوں میں اس قدر مستحکم تھا کہ شہنشاہی حکومت اسلحہ کے زور پر بھی خواتین کو حجاب سے نہ روک سکی۔

کیا ہماری بزرگ خواتین شدید مشکلات کے باوجود یہ پسند نہیں کرتی تھیں کہ وہ آزاد اور پرسکون ماحول اختیار کریں؟ یا یہ کہ وہ اُن اہم موضوعات کے بارے میں غور کیا کرتی تھیں جنہیں ہم بھلا چکے ہیں!

مغرب میں بھی یہی صورتحال تھی۔ اکثر فلمیں جو سو سال پہلے بنی ہیں یا اُس دور کی عکاسی کرتی ہیں، میں خواتین کو مکمل لباس، لمبی آستین اور سر پر ٹوپی کے ساتھ دکھایا جاتا ہے۔ پرانے گرجا گھروں میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی تمام تصاویر اور مجسمے پوشیدہ لباس اور چادر میں دکھائی دیتے ہیں! لیکن جب سے فرائیڈ (Freud) کے نظریہ پر عمل درآمد شروع ہوا اور عریانیت عام ہوئی، مغربی معاشرہ خانوادے کی عدم تشکیل اور عدم اعتماد کی مشکلات سے دوچار ہو گیا۔ یہ مشکلات گزشتہ دہائیوں میں ایرانی معاشرے میں بھی داخل ہو گئیں۔

طلاق کی بڑھتی ہوئی تعداد اور Emotional Divorce اسی بات کی ترجمانی کرتی ہے جو مطالب کتاب کے راوی نے بیان کئے ہیں بالکل درست ہیں اور آپ آزما سکتے ہیں کہ اگر انسان ابتدا سے اپنی نظروں کی حفاظت کرے اور نا محرم سے غیر ضروری واسطہ نہ رکھے تو یقیناً پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ شریک حیات اسے ملتے ہیں اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ یہ موضوع سورہ نور آیت نمبر ۲۶ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک شخص نے یہ کتاب پڑھنے کے بعد مجھ سے کہا:

میں نے کتاب کی اِن باتوں کو آزمایا ہے۔ میں دفتر میں خواتین عملہ کے ساتھ بہت زیادہ ہنسی مذاق کرتا تھا، دوسری طرف گھر میں بیوی کے ساتھ ناچاقی رہنے لگی، یہاں تک کہ کئی راتوں میں اس سے الگ سویا۔ میں اس بات پر نہایت افسردہ تھا۔ لیکن کچھ عرصہ قبل میں نے کتاب کی اس بات کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے دفتر میں اپنا کمرہ الگ کر لیا، نامحرم عملہ کے ساتھ بات چیت کم کر دی، اب میں ہر جگہ اپنی نظروں کی حفاظت کرتا تھا۔ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا یہاں تک کہ موبائل اور سوشل میڈیا پر بھی اپنی

نظروں کو حرام سے محفوظ رکھا۔ اس دوران میں نے غور کیا کہ میری بیوی کا برتاؤ میرے ساتھ بہت اچھا ہو گیا ہے اور اب میں اپنی زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔

سوال 5: کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ کتاب کا نام "تین منٹ برزخ میں" رکھا جائے؟

جواب: جی ہاں، شاید بہتر یہی تھا، آیت اللہ مصباح یزدی نے اس کتاب کو دیکھا تو فرمانے لگے بہتر یہ تھا کہ اس کتاب کا نام تین منٹ برزخ میں رکھا جائے۔ لیکن بہت سارے لوگ جنہوں نے عارضی موت کا تجربہ کیا ہے، برزخ کی جھلکیاں دیکھ کر آتے ہیں، لیکن جس طرح اس کتاب کے راوی نے بیان کیا ہے کہ وہ نامہ اعمال کے حساب کتاب کے مرحلہ میں تھے اور یہ مرحلہ قیامت سے مربوط ہے۔ برزخ میں اس طرح ہمارے اعمال پر توجہ نہیں دی جاتی لیکن کچھ روایات بیان کرتی ہیں کہ قیامت کی شروعات انسان کے مرنے کے ساتھ ہوتی ہے۔ چاہے یہ سب کچھ برزخ ہو یا قیامت، ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم متوجہ رہیں۔

یہ بات یقین کے ساتھ یہ کہی جا سکتی ہے کہ ہماری آج کی تمام مشکلات کی جڑ روزِ محشر کو فراموش کر دینا ہے۔ اگر ہمیں علم ہو کہ ہماری ذرہ برابر نیکیاں اور برائیاں پلٹ آئیں گی تو یقیناً ہم اپنے اعمال پر زیادہ غور کریں گے۔

کوئی دوست قُم سے ملنے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کچھ کتابیں اپنے شاگردوں کیلئے لینی ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ میں ایک عرصہ سے اللہ سے چاہ رہا تھا کہ مجھے راستہ دکھائے کہ میں کون سے ثقافتی میدان میں اپنا وقت اور توانائی صَرف کروں، اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کے نظریات میں بہتری لاسکوں، یہاں تک کہ ایک رات مجھے عالمِ خواب میں حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت ساری مشکلات اس وجہ سے ہیں کہ لوگ موت اور قیامت کو بھول چکے ہیں۔ اس میدان میں خدمات انجام دو۔

سوال 6: کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عزرائیلؑ کسی کی روح قبض کریں اور وہ دوبارہ اس دنیا میں پلٹ آئے؟ کیا ہمارے مضامین میں یہ نہیں کہا گیا کہ موت کے وقت میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی؟

جواب: جی ہاں، انسان کی حتمی موت میں کوئی تاخیر نہیں ہوتی ہے۔ یہ اللہ کے علمِ ازلی میں ثابت ہے۔ لیکن اگر یہ مقرر ہو کہ کسی کی روح جسم سے جدا ہو کر دوبارہ واپس آجائے، تو اللہ اس موضوع کا علم رکھتا ہے۔ موت کے قریب سب تجربات میں روح جسم سے الگ ہوتی ہے۔ روح و جسم میں جدائی حضرت عزرائیلؑ یا دیگر ملائکہ کے ذریعے ہوتی ہے، لیکن خاص طور پر حضرت عزرائیلؑ کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ کہنا لازم اور ضروری ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے بارے میں روایت ہے کہ دو مرتبہ ان کی وفات مؤخر ہوئی۔ دو مرتبہ حضرت عزرائیلؑ ان کے گھر کے دروازے پر آئے اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی وجہ سے پلٹ گئے، تیسری مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میری بیٹی، دروازے پر دستک دینے والے میرے بھائی عزرائیلؑ ہیں۔ انہوں نے آج تک کسی سے اجازت نہیں لی، ان سے کہو کہ داخل ہو جائیں۔

یعنی مقامِ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی وفات دو مرتبہ مؤخر ہو گئی۔ اس کتاب میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے درخواست کی گئی کہ ایک اور موقع دیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔ کتاب کا راوی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے توسل کی بدولت زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ بعض نیک اعمال انسان کی موت کو مؤخر کر دیتے ہیں، روایات میں ہے کہ صلہ رحمی اور والدین کی دعا سے موت مؤخر ہو جاتی ہے اور عاق والدین اور قطع رحمی سے انسان کی موت جلد واقع ہوتی ہے۔

سوال 7: کیا انسان موت کے قریب کے تجربہ کے نتیجہ میں یہ سمجھ سکتا ہے کہ آئندہ وقتوں میں کیا واقعات ہونے والے ہیں؟

جواب: جی ہاں، یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے، میں خود دسیوں ایسے شہداء کو جانتا ہوں جو شہادت سے پہلے، اپنی شہادت یا اپنے قریبی دوستوں کی شہادت کے معین وقت اور تاریخ کو بیان کر چکے ہیں، جب کہ ان کا موت کے قریب کا تجربہ نہیں تھا۔ میرے ایک دوست ہیں جو آئندہ وقتوں میں ہونے والے بہت سارے واقعات کو خواب میں دیکھ لیتے ہیں۔ انہوں نے شہید نیری کی نصیحتوں پر عمل کیا۔ شہید نیری ایک خط میں جو کتاب "عارفانہ" میں بھی چھپ چکا ہے، بیان کرتے ہیں:

اگر چند دن گناہ نہ کرو تو حیرت انگیز حقیقتوں کو خواب میں دیکھ سکو گے اور اگر چالیس دن تک یہ عمل جاری رکھو تو بیداری کی حالت میں اُن حقائق کو دیکھو گے۔ چالیس دن کے عمل کے حوالے سے معتبر روایات موجود ہیں۔ موت کے قریب کے تجربہ کے موارد جو ہمارے ملک میں رونما ہوئے ہیں اور جو لوگ ان تجربات سے گزرے ہیں، اکثر آئندہ رونما ہونے والے واقعات دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ کتاب ''آنسوی مرگ'' اور ''باز گشت'' میں چند موارد پر توجہ دی گئی ہے۔

سوال 8: کیا ان تجربات میں اعمال کا حساب کتاب بھی دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو شبِ معراج میں آسمان پر لے گیا اور انہیں دکھایا کہ جنت و جہنم اور اعمال کا حساب کتاب کس طرح ہوتا ہے، تاکہ بشریت کو آگاہی دی جائے کہ کائنات کی دوسری سمت میں کیا منظر ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ موت کے قریب کے تجربہ سے اپنے مشاہدات کو دوسروں کیلئے لکھ کر چلے گئے۔ کتاب ''سیاحتِ غرب'' اس بات کی واضح مثال ہے۔ اسی طرح بعض بزرگان کے واقعات ہیں جیسے علامہ طباطبائی کو ایسی ہی صورتحال پیش آئی تھی۔

ایک جید عالمِ دین اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے استاد نے فرمایا: ایک دفعہ مجھے زندگی میں موت کے قریب کا تجربہ ہوا، میں پل صراط سے گزر گیا اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے ملائکہ کے سامنے قرار پایا۔ انہوں نے کہا اللہ کیلئے کیا لائے ہو؟ میں نے کہا: اتنی ساری نمازیں پڑھی ہیں۔ انہوں نے کہا: تم باآسانی پل صراط سے گزر گئے یہ تمہاری نمازوں کا نتیجہ ہے۔ میں نے کہا: میں نے اتنے سارے روزے بھی رکھے ہیں، کہنے لگے: پل صراط سے گزرتے ہوئے جہنم کے عذاب کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا، یہ تمہارے روزوں کا نتیجہ تھا۔ مختصر یہ کہ میں نے اپنے جتنے اعمال کا تذکرہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ اس کا نتیجہ یا تمہیں دنیا میں مل گیا یا یہاں پا چکے ہو۔

اللہ کیلئے کیا لائے ہو؟

میں رو پڑا، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو دے سکوں، پریشان تھا کہ کیا کروں، میرے بہت سارے اعمال خالص اور محض اللہ کیلئے نہیں تھے۔ اسی وجہ سے میرے نامہ اعمال میں ان کا کوئی نام و نشان نہیں تھا لیکن میرے گناہوں اور غلطیوں کا حساب موجود تھا۔

اچانک میں نے اونچی آواز سے کہا: ٹھیک ہے کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا، لیکن کیا میں نے اہلِ بیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول نہیں کیا؟ کیا میں اللہ کے خالص بندے حسینؑ سے محبت نہیں کرتا تھا؟ کیا میں نے امام رضا علیہ السلام سے محبت نہیں کی؟ کیا میں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مصیبتوں پر گریہ نہیں کیا؟ ملائکہ میرے سامنے خاموش ہو گئے اور کہنے لگے: یہ ہم قبول کرتے ہیں۔ آپ کے اعمال میں نور کی ایک لڑی ہے جو کہ وہی اہلِ بیت علیہم السلام کی ولایت ہے۔ اسے ہم قبول کرتے ہیں۔

سوال 9: ہم نے سنا ہے کہ جنت اور جنت کی نعمتیں روزِ محشر کے لئے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس تجربہ کے دوران اس انداز میں جنت کو دیکھ چکا ہو؟

جواب: بہت سے وہ لوگ جنہوں نے جنت کو اپنے تجربہ (NDE) میں دیکھا ہے، وہ برزخی جنت ہے۔ وہ جگہ جو اس وقت بھی موجود ہے اور اس میں موجود مومنین کی ارواح اس سے مستفید ہو رہی ہیں۔ لیکن جنت کا مشاہدہ کرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج جنت کو دیکھا تھا اور ہمارے کئی بزرگان جو حیرت انگیز روحانی طاقت رکھتے تھے، عالمِ ملکوت میں سیر کرتے ہوئے جنت کو دیکھ چکے ہیں۔

علامہ طباطبائی، مرزا جواد، آقائے تہرانی اور دیگر علمائے ربانی کے واقعات میں یہ باتیں موجود تھیں۔ شہید حمید کرمان شاہی کی شہادت سے پہلے ریکارڈ کیے گئے واقعات کی کیسٹ میں انہوں نے اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ اس جیسے تجربہ میں الٰہی جنت کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنے بہت سے دوستوں کا نام لیا جو اُن کے ہمراہ جنت میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اُن لوگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو کچھ عرصہ بعد جنت میں داخل ہوں گے۔

سوال 10: کیا راوی کے بیان کردہ مطالب برزخ کے بارے میں مشکلات کا تصور دیتے ہوئے مایوسی کی فضا پیدا نہیں کرتے؟

جواب: یہ بات درست نہیں! ہمارے دینی مضامین میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ مناسب جگہ پر مہربانوں سے بھی زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ اس بات کو یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی بندوں سے محبت کے مقابلہ میں ماں کی اولاد کیلئے محبت ادنیٰ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے

توبہ کا دروازہ اپنے بندوں کیلئے کھول رکھا ہے تاکہ اپنی رحمت کی نشاندہی کرے۔ لیکن دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ سخت سے سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ روش عدلِ الٰہی سے ہم آہنگ ہے۔ روایات میں بھی اس موضوع کی طرف تاکید ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ حق الناس کے معاملہ پر سخت حساب لینے والا ہے۔ کتاب کے راوی سے میں نے سنا کہ کہہ رہے تھے: کئی بار ہم نہ چاہتے ہوئے بھی بیت المال کو نقصان پہنچا دیتے ہیں یا ایسا حق الناس جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ کس شخص سے مربوط ہے۔ اس کو ردِ مظالم کے ذریعہ برطرف کیا جاسکتا ہے۔ پھر کہنے لگے: جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے اس کا حساب کتاب بھی زبردست ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص گھر یا گاڑی بیچنا چاہے اور سودے بازی کے وقت وہ گاہک کو اس کی خامیوں سے آگاہ نہ کرے۔ ایسے لوگ بہت بُری طرح پھنس جاتے ہیں۔

لیکن راوی نے صرف اللہ کے سخت حساب کا ذکر نہیں کیا بلکہ کئی بار اللہ کی رحمت کو بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ توبہ کی وجہ سے انسان کے نامہ اعمال میں گناہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا، یا یہ کہ بعض نیکیاں گناہوں کے ختم ہونے کا سبب بنتی ہیں۔

سوال 11-: ہم نے کئی بار نامہ اعمال کا لفظ سنا ہے، لیکن انہوں نے اعمال کی کتاب کا نام لیا ہے، کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ ہمارے لئے بھی دلچسپ بات تھی کہ بچپن سے ہم نامہ اعمال کا لفظ سنتے آرہے ہیں لیکن جب اللہ کے کلام سے رجوع کیا تو دیکھا صرف لفظ کتابِ اعمال استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ نامہ اعمال بھی کتابِ اعمال کی مانند کئی صفحوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

سوال 12: کیسے ممکن ہے کہ ہم موت کے قریب کے تجربے پر بھروسہ کریں؟ کیا سائنس ان تجربوں کو قبول کرتی ہے؟

جواب: سائنسی مضامین، وہ موضوعات ہوتے ہیں جن پر تجربہ کیا جاسکتا ہے اور ان کو آزمایا بھی جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ پانی ۱۰۰ ڈگری پر بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہر کوئی اسے آزما سکتا ہے۔ لیکن موت کے قریب کے تجربات قابلِ آزمائش نہیں ہیں۔ لہٰذا اِن لوگوں کی باتوں کو اس وقت قبول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ دینی تعلیمات کے عین مطابق ہوں اور ان کی باتوں میں دینی مضامین سے اختلاف نہ ہو تو ان پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر اکثر تجربوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اِن لوگوں کو ذاتِ الٰہی اور نورِ مقدس سے عشق ہو جاتا ہے اور یہ کہ وہ چاہتے ہیں کہ نورِ مقدس کے ساتھ ایک ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ میں نے اپنی روحِ حیات انسان میں پھونک دی۔ ایک تجربہ کرنے والا شخص کہتا ہے کہ مجھے اس آیت کا مطلب اُس عالم میں سمجھ میں آیا۔ دوسری جانب وہ لوگ جو عالمِ برزخ سے لوٹ آئے ہیں، راہِ خدا میں عاشقانہ خدمت اور عبادت انجام دیتے ہیں۔ ہمارے دین میں بھی کہا گیا ہے کہ بہترین بندگی وہ ہے جو نہ جہنم کے خوف سے ہو اور نہ جنت کے شوق میں کی جائے بلکہ وہ بندگی عشق و خلوص سے پُر ہو۔ مجموعی طور پر ضروری ہے کہ باریک بینی سے ان لوگوں کی باتوں پر غور کیا جائے کیونکہ ممکن ہے بعض افراد جھوٹ بولتے ہوئے دعویٰ کریں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اور پھر جو چاہیں بیان کر دیں۔

سوال13: مجھے اس کتاب کی کسی بات سے اختلاف نہیں ہے، ساری باتوں کو قبول کرتا ہوں اور میں نے یہ کتاب کئی بار پڑھی ہے، لیکن ولایت فقیہ کے بارے میں جو کہ اسلامی جمہوریہ ایران کا ڈھانچہ ہے، اختلاف کرتا ہوں۔ اگر یہ موضوع موجود بھی تھا تو اس کتاب میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اتنی اچھی کتاب کو سیاسی رنگ دے دیا!

جواب: یہ کہنا ضروری ہے کہ ولایتِ فقیہ کا تصور اسلامی جمہوریہ ایران کا بنایا ہوا یا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ یہ ایک پختہ جڑیں رکھنے والی فقہی اور تاریخی بحث ہے جو کہ غیبت کے آغاز سے ہی موجود تھی۔ ہم لوگ جانتے ہیں کہ انقلابِ اسلامی سے کئی سال قبل، جب آیت اللہ بروجردی قُم میں مسجد اعظم کی تعمیر کروا رہے تھے تو کچھ مقبروں کے مالکان سے اختلاف رائے موجود تھا۔ انہوں نے حکم دیا کہ مقبروں کو گِرا دیا جائے اور اس کے ردِ عمل میں بعض علماء نے اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے ولایتِ فقیہ کے احکامات کے مطابق حکم دیا ہے۔ اور سب علماء خاموش ہو گئے۔

اس سے قبل بھی بہت سی تاریخی مثالیں موجود ہیں جس میں ولایتِ فقیہ کے بارے میں ابحاث موجود ہیں، اہم نکتہ یہ ہے کہ جب تک اسلامی حکومت کی تشکیل نہ ہو جائے تو اس پر عمل در آمد ممکن نہیں ہے۔ ہم سب گواہ ہیں کہ گزشتہ چار دہائیوں میں ولی فقیہ کی سربراہی میں عوام نے اور ملکی سربراہان نے جس موضوع پر بھی ولی فقیہ کے احکامات پر عمل درآمد کیا ہے کامیاب ہوئے ہیں، اور جہاں پر سستی دکھائی ہے وہاں نقصان اٹھایا ہے۔ یہ ہماری زبان نہیں ہے، بنی صدر انقلاب کے بعد ایران کا پہلا صدر تھا اور

منافقین کے گروہ کا آلہ کار بھی تھا۔ وہ ایران سے فرار ہو گیا تھا، کہتا ہے کہ اگر آج کے دور میں امام خمینی(رح) زندہ ہوتے تو امام خامنہ ای کی تمجید اور تحسین کرتے۔ کیونکہ انہوں نے ایران کے نظام (اسلامی نظام مملکت) کو ان سالوں میں تمام مشکلات اور دشمنیوں کے باوجود محفوظ رکھا ہے۔

نظام کے خلاف قسم کھائے ہوئے بہت سارے دشمن بھی ایسے جملے دہرا چکے ہیں۔ البتہ ہمیں حقیقت پسند ہونا چاہیے۔ ہمارے ملک میں بہت سارے مسائل اور مشکلات بھی ہیں لیکن رہبر کے نظام سے مربوط ہونے کی وجہ سے فوج اور سیکیورٹی کے امور میں ایران خطہ میں اقتدار کی بلندیوں پر ہے۔ لیکن ہمیں ماننا پڑے گا کہ اقتصادی مشکلات، لوگوں کا انتخاب اور اس کے نتیجہ میں آنے والی حکومتیں جو ملک کی سربراہی کر رہی تھیں، ان سے مربوط ہیں۔

ملکی امور میں ولی فقیہ کی سب سے کم مداخلت ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ملک چلانے والے سربراہان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور رہبر ہی اس ملک کے تمام اختیارات رکھتے ہیں اور تمام امور انجام دیتے ہیں۔ جب کبھی ملک کے ذمہ دار سربراہان صحیح اور درست راستہ سے منحرف ہو جاتے ہیں، ولی فقیہ ان کو متنبہ کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی شنوائی نہ ہو تو عوامی خطاب میں متنبہ کرتے ہیں۔ لیکن رہبر انقلاب عموماً ملکی سربراہان اور ذمہ داران کے کاموں میں رکاوٹ نہیں ڈالتے۔ مثلاً نیوکلیئر ڈیل میں ملکی سربراہان کو سمجھایا لیکن رکاوٹ نہیں بنے۔ پھر بھی اگر شنوائی نہ ہو تو فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ امام خمینی(رح) کے بقول ولایتِ فقیہ انبیاء کی حرکت کا تسلسل ہے۔ اسلامی ممالک میں جہاں پر ولایتِ فقیہ کی حکومت نہیں ہے، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس قدر نازک صورتحال ہے، استکباری طاقتوں کا ان ممالک میں گہرا اثر و رسوخ ہے۔ مختصر یہ کہ ہمارے ملک کے اقتدار اور امن کی کمانڈ ولایتِ فقیہ کا موضوع ہے۔

خدا شہید ابراہیم ہادی کے درجات بلند فرمائے، "سلام بر ابراہیم" کتاب میں مصنف کہتا ہے: سن ۲۰۰۹ کے عاشور کے دن میں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ ایک منبر سجا ہوا ہے اور تمام دوست حاضر ہیں۔ منبر پر شہید ابراہیم ہادی بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان سے انہی ایام میں انتقال کرنے والے مرجع تقلید کے حالات سنوں۔

ابراہیم ہادی بلند آواز سے بولے:

اے لوگو! پہلے سے زیادہ ولایتِ فقیہ کی اطاعت کرو، اگر کوتاہی کرو گے تو سخت نتائج سے گزرو گے۔ انقلابِ اسلامی کے ثمرات اور شہداء کا خون رائیگاں چلا جائے گا اور برزخ میں پھنس جاؤ گے۔ انہوں نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ابھی اسی وقت کسی عالم ربانی

اور انقلابی مرجع کو عالمِ برزخ میں روک کے رکھا ہوا ہے اور پوچھ رہے ہیں کہ کیوں سن ۱۹۹۹ء کے فتنہ میں تم نے خاموشی اختیار کی تھی اور ولایتِ فقیہ کے رکن کی حمایت نہیں کی تھی؟ معاشرہ کے خواص کی خاموشی بعض اوقات خطرناک ہوتی ہے۔

اب آپ خود سوچ لیجئے کہ مرجع تقلید جو ولایتِ فقیہ کے مقام کو جانتے ہیں لیکن اس سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان کا کیا بنے گا؟

## میرے وہ ساتھی جن کے ساتھ شب وروز گزرے اور وہ چلے گئے۔ اور میں؟۔۔۔۔
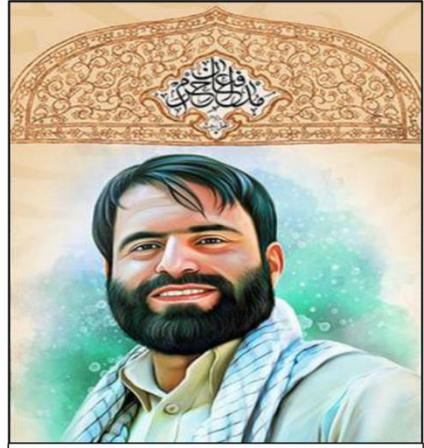
شہید عبدالمہدی کاظمی

شہید جواد محمدی

شہید مدافع حرم جواد محمدی کو اس کتاب کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے محاذِ جنگ پر آپریشن سے ایک رات قبل اس کتاب کے راوی کو محاذ سے پیچھے محفوظ مقام پر بھیجا تھا تاکہ وہ اپنی روداد آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کریں۔

جواد اپنی شہادت سے پہلے کہتے تھے: **"اگر اللہ نے کرم کیا اور مجھے شہادت نصیب ہوئی، تو میں ان شہداء میں سے ہوں گا جو بالضرور بے حجابی کو فروغ دینے والے حضرات اور بے حجاب خواتین کا گریبان اُس عالم میں پکڑیں گے۔"**

شہید مرتضی زارع

شہید سید یحیی براتی

شہید اسماعیل کرمی

شہید سجاد مرادی

شہید علی شاہ سنای

شہید علی خادم

سید، اصفہان سے گئے ہوئے مدافع حرم تھے اور کتاب میں ذکر شدہ شہداء کے دوست تھے، ان کے کچھ گھریلو مسائل تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ان کے بچے ولادت سے قبل فوت ہو جاتے تھے، تیسرے بچے کے وقت بھی یہی صورتحال تھی۔ ڈاکٹرز نے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ دیکھ کر کہا: "بچہ ماں کے پیٹ میں فوت ہو چکا ہے، کل صبح پہلے ٹائم بچے کو ضائع کروانے کیلئے آ جائیں۔ اگر اس سے زیادہ بچے کو روک کر رکھو گے تو ماں کا بھی انتقال ہو جائے گا۔" سید بہت پریشان اور برہم تھا۔ بیوی کو گھر پہنچا کر باہر نکل پڑا اور اپنے رب کے ساتھ خلوت اختیار کی۔ کہنے لگا: "میری بیوی مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ میں چاہتا تھا کہ میرا بیٹا بچ جاتا اور امام عصر (عج) کا سپاہی بن جاتا۔" پھر وہ شہید جواد محمدی کے مزار پر چلا گیا اور شہید جواد سے کہنے لگا: "یار تم بھی کیا ہمارے دوست ہو؟ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ میں کتنی مشکل میں ہوں؟ کچھ تو کرو۔"

صبح جب ہسپتال جانا چاہ رہے تھے تو ان کی بیوی کی والدہ گھر پہنچیں اور کہنے لگیں: صبر کرو۔ ابھی میں نے شہید جواد محمدی کو خواب میں دیکھا ہے، وہ مجھے ایک کاغذ تھماتے ہوئے کہنے لگا: "سید کو کہنا تمہارا بیٹا اللہ کے کرم سے سالم ہے۔" انہیں یقین نہ آیا۔ ہسپتال جانے سے پہلے دوبارہ الٹرا ساؤنڈ کروایا اور سیدھا اُسی گائناکولوجسٹ کے پاس لے گئے، ڈاکٹر نے کل اور آج کی رپورٹ کو ایک ساتھ رکھا اور دیکھتی رہیں۔ کہنے لگیں: "ان دونوں میں سے کوئی ایک رپورٹ ضرور غلط ہے۔" لیکن وہ نہیں جانتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ شہید کی دعا سے ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی تقدیر بدل سکتا ہے!

اب کچھ عرصہ ہوا ہے کہ یہ ننھا سید پیدا ہو گیا۔ لیکن سید کہتا تھا:

جس وقت جواد محمدی شہید ہوا، ایک عرصہ تک اس کا جنازہ لاپتہ تھا۔ میں کسی کام سے آیت اللہ ناصری کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان کو شہید جواد محمدی کی تصویر دکھائی اور کہا:

آقا جان دعا کریں اِس شہید کا جنازہ واپس آ جائے۔ آیت اللہ ناصری نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اس شہید کو لمحہ شہادت امامِ زمانہ (عج) کی طرف سے خاص عنایت ہوئی ہے، عنقریب اس کا جنازہ واپس آ جائے گا۔ کچھ عرصہ بعد شہید کا جنازہ وطن واپس آ گیا[1]

[1] لکھاری کہتے ہیں: میرے والد کئی سال سے تہران میں مجالس اہل بیت علیہم السلام میں خادم تھے۔ ساری زندگی اپنے مولا کی نوکری میں گزار دی۔ سن ۲۰۲۰ء کے ماہ رمضان میں انتقال کر گئے، مجھے خبر نہیں تھی کہ عالم برزخ میں ان کی کیا صورتحال ہے، کسی رشتہ دار نے خواب میں کوئی حسین جوان دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اپنے والد کیلئے پریشان نہ ہوں وہ اعلی علیین میں امام حسینؑ کے حضور ہیں۔ وہاں پر بھی دنیا کی طرح مولا کے مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگے: "میں جواد محمدی ہوں۔ شہید مدافع حرم، آپ نے میری تصویر کتاب میں دیکھی ہے۔" تب میں نے انہیں پہچانا۔

مزید معلومات کے لئے، کتاب حاصل کرنے کے لئے اور کتاب کی آڈیو فائل دریافت کرنے کے لئے ہم سے رابطہ کریں

- www.danishkadah.com
- www.aminshaheedi.com
- www.iblagh.com
- www.ummat-e-wahida.com
- www.facebook.com/aminshaheedi
- www.facebook.com/SayingsofNusratBukhari
- www.facebook.com/ithadayUmmat
- www.facebook.com/uswatv
- www.facebook.com/ummatewahida
- www.facebook.com/khanamsakinamahdavi
- www.facebook.com/SyedSadiqRazaTaqviOfficial
- www.facebook.com/MuhammadiProductions
- www.youtube.com/muhammadaminshaheediofficial
- www.youtube.com/uswatv
- www.youtube.com/Fiqah-E-Jaffaria
- www.youtube.com/AliNaqiAmmar

# شہادت ہمارا ورثہ ہے جو ہماری ماؤں نے ہمیں دودھ میں پلایا ہے

”انسان کی بہت سی مشکلات اللہ پر توکل اور شہداء سے درخواست کرنے کی بدولت آسان ہو جاتی ہیں۔ مقامِ شہادت اللہ کی بارگاہ میں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ برزخ میں داخل ہونے سے قبل اسے سمجھنا ممکن نہیں“

تین منٹ قیامت میں سے اقتباس